سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیرت طیبہ پر مختصر
آسان فہم اور
محبت بھری کاوش

علامہ غلام حسین عاصم ماتریدی

جامعہ قادریہ رضویہ مصطفی آباد
فیض رضا پبلی کیشنز
سرگودھا روڈ فیصل آباد

سیرت طیبہ پر مختصر، آسان فہم اور محبت بھری کاوش

سیرت خاتم النبیین

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

تالیف

علامہ غلام حسین عاصم ماتریدی

فیض رضا پبلی کیشنز
جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد

۱۱۱۲۶۶

نام کتاب .... سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف .... علامہ غلام حسین عاصم ماتریدی مدّ ظلہٗ

کمپوزنگ .... عزیزہ راشدہ اختر سلّمہا اللہ تعالیٰ

پروف ریڈنگ .... مولانا محمد ریاض احمد سعیدی

باہتمام .... صاحبزادہ غلام مصطفیٰ سلّمہٗ اللہ تعالیٰ

معاونین .... محمد عمران، غلام رسول سلّمہما اللہ تعالیٰ

سال طباعت 2006

صفحات 240

قیمت ....

ملنے کے پتے

مکتبۃ المصطفیٰ...... 8 کاسل سٹریٹ (BB9 5HN) برائر فیلڈ، لنکا شائر۔ انگلینڈ

شہباز احمد .... والٹر سٹریٹ نیوز ایجنٹ برائر فیلڈ، لنکا شائر۔ انگلینڈ

طارق قریشی بک سینٹر ...... ایکسپریس روڈ، بریڈفورڈ۔ انگلینڈ

مکتبہ اسلامیہ ...... مصطفیٰ منزل، ۸۵ بی بلاک کشمیر کالونی، جہلم۔ پاکستان

فیض رضا پبلی کیشنز ...... جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد

Ph 0092-41-8860777-8848670

www.jamiaqadria.net

e-mail:info@jamiaqadria.net

اِبتِدائِیَّہ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، سرور کائنات آفتاب نبوت، محسن انسانیت، سید دو عالم حبیب رب کائنات، نبی مکرم، رسول معظم، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، سیرت مقدسہ اور زندگی پاک کی قسم یاد فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴾ الحجر ١٥:٧٢

ترجمہ: (اے محبوب) آپ کی جان کی قسم بیشک وہ (کفار مکہ بھی قوم لوط کی طرح) اپنے نشے میں مدہوش ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنهُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی مخلوق پیدا کی ہے ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بزرگ کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہیں یاد فرمائی۔ [تفسیر ابن کثیر ٤:١٩٦٣]

اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کو ظاہر کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی 63 سالہ دنیاوی زندگی اور حیات کے تین دور ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنهُمَا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 40 برس کی عمر شریف میں مبعوث ہوئے۔ 13 سال تک مکہ شریف میں قیام پذیر رہے، اس دوران آپ پر نزول وحی ہوتا رہا۔ پھر مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور دار ہجرت مدینہ شریف

میں 10 سال تک تبلیغ فرماتے رہے اور 63 سال کی عمر شریف میں آپ ﷺ نے اس دنیا سے وصال فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کی یہ وہ پاکیزہ زندگی اور حیات طیبہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے کسی کی حیات کی قسم نہیں فرمائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ترین ہیں اور یہی حیاتِ مصطفیٰ ﷺ اور سیرتِ رسول کریم ﷺ مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اس حیات پاک کے 3 دور ہیں۔

(1) ولادت باسعادت سے لے کر اعلان نبوت تک،

(2) اعلان نبوت سے لے کر ہجرت تک،

(3) اور مدنی زندگی کے دس سال۔

اس کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ خلاصہ کے طور پر بالترتیب تینوں ادوار کا ذکر کیا جائے، تاکہ حیات رسول ﷺ سمجھنے میں آسانی ہو۔

آپ ﷺ کے ذکر خیر کے متعدد عنوانات اور موضوعات ہیں، مثلاً خلقت، ولادت، بعثت، سیرت، شمائل، دلائل نبوت، معجزات، خصائص وفضائل، تعلیمات رسول ﷺ اور وصال وغیرہ۔ علماء کرام نے ان موضوعات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور بعض علماء نے ان تمام چیزوں کو ایک کتاب میں بھی جمع کرنے کی سعی مشکور فرمائی ہے (اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر رحمتوں کا نزول فرمائے) اہل علم حضرات ان سے استفادہ کر کے ایمان تازہ کرتے رہتے ہیں۔

میں تو ہرگز اس قابل نہیں ہوں کہ نبی مکرم ﷺ کی شان میں کچھ تحریر کروں۔ میری

عقل، میرا علم اور میری استعداد نہایت کمزور ہے۔ صرف محبت رسول ﷺ کی ایک چنگاری دل میں دہکتی رہتی ہے جو مجھے اس کوچۂ محبت میں کھینچ لائی ہے۔ میری تحریر عام مسلمانوں کے لئے ہے کیونکہ اس کا انداز نہایت سادہ اور عام فہم ہے اور میری دلی تمنا تھی کہ میں گلدستہ عقیدت بنا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں اس امید پر کہ میری نجات کا ذریعہ بن جائے۔

گو قابل سرکار نہیں تحفہ ہمارا

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت خلوص سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس نامکمل سعی کو قبول فرما کر میری دنیا اور آخرت بہتر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ عزیزم غلام مصطفیٰ سَلَّمَهُ اللہ کو درازیٔ عمر، سکون قلب اور دینی و دنیاوی سب کاموں میں کامیابی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ میری عزیزہ بیٹی کو بھی ہر شر سے محفوظ فرمائے اور ہر طرح سے کامیابی اور کامرانی نصیب فرمائے کہ یہ دونوں میرے اس نیک کام میں ہر وقت مدد کرتے رہتے ہیں۔

میں حضرت علامہ مولانا محمد ریاض احمد سعیدی زِیْدَ مَجْدُهٗ (مدرس جامع مسجد سلطانیہ، برائر فیلڈ۔ انگلینڈ) کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود قیمتی وقت نکال کر نہ صرف میری حوصلہ افزائی کی بلکہ عربی اردو عبارات کو بڑے احسن طریقہ سے درست کر کے نہایت خوبصورت بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے، علم و عمل، ایمان اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور دیگر معاونین حضرات کو بھی سلامتی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مخلصانہ کاوش کو قبول فرمائے اور فیض رضا پبلی کیشنز کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا

فرمائے جنہوں نے سیرت طیبہ کی اس کاوش کو شائع فرما کر محبت رسول ﷺ کا ثبوت دیا۔

بالخصوص عزیزم محمد شاہد اور عزیزم محمد یاسر سَلَّمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالیٰ کے لئے بھی تہِ دل سے شکریہ اور دعا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے بندوبست کیا اور جن کی مساعی جمیلہ سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے، انہیں استقامت اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ امید ہے کہ آپ مؤلف، مُصَحِح اور ناشرین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے میری دوسری کتب کی طرح اس کتاب کو بھی شرف قبولیت عطا فرمائے اور سب کے لئے فائدہ مند بنائے۔

آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ. بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم.

بندہ مسکین و عاجز غلام حسین ماتریدی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب اول:

فضائل رسول ﷺ

نبوت کب عطا ہوئی؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ!

مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ ؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ.

الجامع الترمذی ، ابواب المناقت حدیث ، ۳۸۵۲

آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا: اس وقت جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے درمیان تھے یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ كَانَ نَبِيًّا فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ كَمَا قِيْلَ ، لِاَنَّهٗ لَا يُخْتَصُّ بِهٖ، بَلْ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ رُوْحَهٗ قَبْلَ سَائِرِ الْاَرْوَاحِ ، وَخَلَعَ عَلَيْهَا خِلْعَةَ التَّشْرِيْفِ بِالنُّبُوَّةِ اِعْلَامًا لِلْمَلَاءِ الْاَعْلٰى بِهٖ، وَاِذَا كَانَتِ النُّبُوَّةُ صِفَةً لِرُوْحِهٖ عُلِمَ اَنَّهٗ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهٖ نَبِيٌّ رَسُوْلٌ ، وَلَا يَضُرُّ اِنْقِطَاعُ الْاَحْكَامِ وَالْوَحْيِ.

نسیم الریاض فی شرح الشفاء ، القسم الاول ، الباب الثالث ، الفصل الاول ۹:۳

اور اس حدیث کا یہ معنیٰ نہیں کہ آپ صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی تھے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتو پھر آپ کی کوئی تخصیص نہیں ہوگی (کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو

سارے نبی تھے) بلکہ (اس کا معنی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے آپ کی روح کو پیدا کیا اور اس کو نبوت کی خلعت سے مشرف فرمایا۔ ملاء اعلیٰ کو بتانے کے لئے اور جبکہ نبوت آپ کی روح کی صفت ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ وفات کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں اور وحی اور احکام کا منقطع ہونا اس میں مضر نہیں۔ (کیونکہ آپ کا دین مکمل ہو چکا ہے)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مراد اظہار نبوت اوست ﷺ پیش از وجود عنصری در ملائکہ وارواح۔ (اشعۃ اللمعات ٤:)

کیا روح محمدی کو نبوت عطا کی گئی؟

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری، اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ مِنْـہُ قَوْلُـہٗ: " اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" وَ فِیْ رِوَایَۃٍ: "رُوْحِیْ" وَ مَعْنَاھُمَا وَاحِدٌ، فَاِنَّ الْاَرْوَاحَ نُوْرَانِیَّۃٌ ،اَیْ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ مِنَ الْاَرْوَاحِ رُوْحِیْ

مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان ، باب الایمان بالقدر ١: ٢٧٠ ، حدیث ٩٤

آپ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا۔ تو دونوں کا معنی ایک ہی ہے کیونکہ روحیں نورانی ہوتی ہیں۔ یعنی نور سے مراد روح پاک ہے اور سب روحوں سے اول روح محمدی کو پیدا کیا گیا اور اسی کو نبوت عطا کی گئی۔

علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب فتوحات مکیہ کے بارہویں باب کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

کہ سب سے اول روح محمدی ﷺ کی تخلیق ہوئی ہے پھر اسی روح محمدی کو نبوت عطا

کی گئی تھی تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ (جواهر البحار)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وبعضے عرفاء گفتہ اند کہ روح شریفہ وی صلی اللہ علیہ وسلم نبی بود در عالم ارواح کہ تربیت ارواح می کرد چنانچہ دریں عالم بہ جسد شریف مربی اجساد بود و بہ تحقیق ثابت شدہ خلق ارواح قبل اجساد۔ (اشعة اللمعات ٤:٤٧٥)

اور بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح شریفہ عالم ارواح میں نبی تھی اور دوسری روحوں کی تربیت کرتی تھی جیسے دنیا میں آپ کا جسم پاک تمام اجسام کے لئے مربی و مصلح ہے اور بلاشبہ یہ ثابت ہے کہ روحیں تمام جسموں سے پہلے پیدا ہوئی ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب علماء کے نظریات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

تاہم اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سب سے پہلے پیدا کی گئی اور جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کا جسم پیدا کیا گیا تو یہ ظاہر قرآن اور حدیث کے اور عام اصول فطرت کے مطابق ہے۔ (شرح مسلم ٥:١٠٥)

حضرت میسرہ فجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

مَتٰی کُنْتَ نَبِیًّا ؟ قَالَ: وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ.

آپ کو کب نبوت عطا کی گئی؟ فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اِسْنَادُہٗ جَیِّدٌ اَیْضًا کہ اس کی سند بھی عمدہ ہے۔

ان روایات اور اقوال سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو عالم ارواح میں مرتبہ نبوت عطا کیا گیا تھا اس کا اعلان فرشتوں میں بھی کر دیا گیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی

اس کا اظہار فرمایا۔ یہ نہیں کہ چالیس سال کے بعد نبی بنائے گئے۔ بلکہ چالیس سال کے بعد اعلان نبوت ورسالت کیا گیا ہے۔ کیونکہ عطاء نبوت اور چیز ہے اور اعلان نبوت ورسالت اور۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿......مَا كُنتَ تَدْرِىْ مَاالْكِتٰبُ وَ لَاالْاِيْمَانُ......﴾ الشورى ٥٢:٤٢

نہ آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان (کی تفصیل) کیا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كُنتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ......﴾

القصص ٨٦:٢٨

اور آپ امید نہ رکھتے تھے کہ آپ کی طرف کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی رحمت سے۔

سورہ شوریٰ کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ شریعت اور ایمان کے تفصیلی مسائل واحکام کونہیں جانتے تھے۔ بالکل عدم عرفان اور علم ایمان کی نفی ہرگز نہیں کی گئی اور نہ اجمالی علم کی نفی ہے بلکہ قیاس واندازہ سے جاننے کی نفی کی گئی ہے کہ آپ ﷺ قیاس واندازہ سے نہیں جانتے تھے بلکہ اللہ کے بتانے سے جانتے تھے۔

دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مہربانی سے آپ ﷺ کو نزول کتاب کی امید تھی اور اس امید کی نفی کی گئی ہے جو اللہ کی رحمت کے بغیر ہو۔ شق صدر کا ہونا، فرشتوں کا سامنے نظر آنا، بحیرہ راہب کا خبریں دینا اور پتھروں کا سلام کرنا کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں

ہے کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ میں نبی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان فرماتے ہیں جو ان کو عطا کی گئی تھی۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں نبوت عطا کی گئی تو نبی ﷺ کو بھی عطائے نبوت کا علم دیا گیا تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے۔

بشارتیں:

امام محمد بن اسحاق رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فرماتے ہیں:

کہ علماء یہود، رہبان نصاریٰ اور کاہنانِ عرب، رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کے متعلق ذکر کیا کرتے تھے کیونکہ ان کی کتابوں میں نبی ﷺ کی صفات اور علامات مذکور تھیں۔ اسی طرح انبیاء کرام بھی اپنے اپنے وقتوں میں نبی ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری دیا کرتے تھے اور سب نبیوں سے عہد میثاق بھی لیا گیا تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۞﴾

[آل عمران ۳ : ۸۱]

اور (اے محبوب یاد کیجئے) جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر آئے تمہارے پاس (عظمت والا) رسول تصدیق کرنے والا اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہو تو ضرور ضرور تم اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا

پس گواہ رہنا اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر خانہ کعبہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے لئے یوں دعا مانگی:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۞ ﴾ البقرہ ۲:۱۲۹

اے ہمارے رب اور ان میں ایک (عظمت والا) رسول بھیج انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں قرآن اور حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے بیشک تو ہی بڑا غالب ہے بہت حکمت والا۔

وَ قَدْ اَجَابَ اللّٰهُ دُعَائَهُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ. (الجلالین ، البقرہ ۲: آیت ۱۲۹)

اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو سیدنا محمد ﷺ کے حق میں قبول فرمایا۔

اسی طرح سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی امتوں کو بشارتیں دیتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام:

حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بشارت دی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿...... وَمُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ م بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ...... ﴾ (الصف ۶:۶۱)

اور ایک (عظمت والے) رسول کی خوشخبری سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ، وَ اِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ وَسَاُنَبِّئُکُمْ بِتَأْوِیْلِ ذٰلِکَ دَعْوَۃِ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَشَارَۃِ عِیْسٰی قَوْمَہٗ وَ رُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَأَتْ اَنَّہٗ خَرَجَ مِنْھَا نُوْرٌ اَضَاءَ تْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ وَ کَذٰلِکَ تَرٰی اُمَّھَاتُ النَّبِیِّیْنَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ .(مسند احمد ، ٤:١٥٩،حدیث ١٧١٦٨)

بے شک میں ام الکتاب میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں اور آدم علیہ السلام ابھی تک آب وگل میں تھے۔ میں آپ کو اس کے آغاز کی تفصیل بتاتا ہوں میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کو دی جانے والی بشارت اور اپنی والدہ (سیدہ) آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا کا وہ خواب (نظارہ) ہوں انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ اور اسی طرح پیغمبروں کی مائیں خوابیں دیکھا کرتی ہیں۔

یہود کا انتظار کرنا اور وسیلہ پکڑنا:

اور یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبریں دیتے تھے اور ان کے وسیلہ سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿ ......وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ج فَلَمَّا جَآءَ ھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ ز فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیْنَ ۞﴾ (البقرہ٢:٨٩)

اور (یہود) اس سے پہلے (قرآن اور نبی آخر الزماں کے وسیلہ سے) کافروں پر فتح مانگتے تھے پھر جب وہ پہچانے ہوئے ان کے پاس تشریف لے آئے (تو) انہوں نے ان

کے ساتھ کفر کیا پس اللہ کی لعنت ہے کافروں پر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے یہود، غطفان سے برسرِ پیکار ہوتے تھے۔ جب یہود شکست و ہزیمت سے دوچار ہوتے تو یہ دعا کرتے:

اَللّٰھُمَّ نَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ وَعَدْتَّنَا اَنْ تُخْرِجَہٗ لَنَا فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ اِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَیْھِمْ ۔ (سیرت ابن کثیر ۱:۲۹۲)

اے اللہ بحق نبی امی تجھ سے دعا کرتے ہیں جس کو آخری زمانہ میں مبعوث کرنے کا تو نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ اور فتح نصیب ہو۔

چنانچہ جب وہ یہ دعا پڑھ کر غطفان سے جنگ کرتے تو ان کو شکست سے دوچار کر دیتے۔ جب رسول اللہ مبعوث ہوئے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ...... ﴾ اور ان منکروں پر لعنت فرمائی۔

آسمانی خبروں کی حفاظت:

جب آپ کی بعثت کا زمانہ قریب آیا تو جنات و شیاطین کو آسمانی خبروں کے سننے سے روک دیا گیا۔ جن مقامات میں بیٹھ کر وہ سنا کرتے تھے ان پر ستاروں کے شعلے پھینکے گئے تو جنات و شیاطین سمجھ گئے کہ یہ انتظامات کسی واقعہ کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورہ احقاف اور سورہ جن کی آیتیں نازل فرما کر بتا دیا کہ انہیں روکنے کی کیا حکمت ہے۔

احسان عظیم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں مگر سب نعمتوں سے بڑی نعمت جس کو نعمت عظمیٰ کہا جاتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بطور احسان فرمایا ہے:

﴿......وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًاج وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا......﴾ال عمران۳:۱۰۳

اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو۔ جب تم (آپس میں) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی تو تم ان کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم نار جہنم کے گڑھے کے کنارے تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تم کو دوزخ میں جانے سے بچالیا۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾

[ال عمران۳: ۱۶۴]

بیشک اللہ نے بڑا احسان کیا ایمان والوں پر جب اس نے ان میں عظمت والا رسول بھیجا ان ہی میں سے، جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَ اِنَّ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ [الجمعة ٦٢:٢]

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے (عظمت والے) رسول کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں اور بیشک وہ لوگ (ایمان لانے سے) پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

دعوت عامہ:

نبی کریم ﷺ رؤف ورحیم کسی خاص قوم یا ملک کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے بلکہ تمام عالمین کے لئے رسول بنائے گئے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا...... ﴾ [الاعراف ۷:۱۵۸]

آپ فرما دیجئے! اے لوگو بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾ فرقان ۲۵:۱

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے (مقدس) بندے پر اُتاری تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

اس آیت میں اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کی رسالت، انس وجن اور دیگر سب مخلوق کے لئے ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء ۲۱:۱۰۷]

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے محبوب) مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اسی طرح بعطاء الٰہی نبی ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔

بابِ دوم:

نسب شریف کی طہارت:

﴿لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۞﴾ [التوبہ ۹:۱۲۸]

بے شک تمہارے پاس ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو، ایمان والوں پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے نسب شریف کی بزرگی اور تشریف آوری کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت میں اَنۡفُسِكُمۡ کو فا کے زبر سے اَنۡفَسِكُمۡ پڑھا ہے اور فرمایا کہ میں تم سے حسب و نسب اور سسرال کے لحاظ سے بہتر اور زیادہ نفیس ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے باپ داداؤں تک جو سلسلہ نسب ہے ان میں کوئی بدکار نہیں ہوا۔ ہم سب نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔

(الانوار المحمدیہ ۱۲)

چونکہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ آپ ﷺ کے آبائے کرام و امہات عظام میں کوئی بدکار نہیں ہوا۔ سب بدکاری کے عیبوں سے پاک و محفوظ تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

میں کون ہوں؟

لوگوں نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ پر سلام ہو۔

فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں ﷺ

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ، ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ قَبِیْلَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ بَیْتًا وَخَیْرِهِمْ نَفْسًا. (الجامع الترمذی ابواب المناقب، ۳۸۵۰)

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان میں سے اچھوں میں سے بنایا پھر ان اچھوں کی دو جماعتیں کیں تو مجھے اچھے فرقہ میں سے بنایا۔ پھر ان اچھوں کے قبیلے بنائے مجھے بہتر قبیلہ میں بنایا پھر ان اچھوں کے گھر (خاندان) بنائے تو مجھے اچھے گھر والوں (خاندان) میں بنایا تو میں ان سب میں اچھی ذات والا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ. (الصحیح البخاری کتاب المناقب، ۳۵۵۷)

کہ میں اولاد آدم میں بہترین گروہ میں بھیجا گیا ہوں۔ یکے بعد دیگرے گروہ حتی کہ میں اس گروہ سے ظاہر ہوا جس میں پہلے سے تھا۔

اَلْقَرْنُ اَهْلُ کُلِّ زَمَانٍ...... (مزیل الخفاء عن الفاظ الشفاء ۸۹)

قرون قرن کی جمع ہے اس کے معنی اہل زمانہ کے ہیں......

یعنی آپ اچھے خاندان والوں سے ہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا:

اِنَّ اللّٰـهَ اصْـطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِىْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِىْ مِنْ بَنِىْ هَاشِمٍ .

المسلم ،كتاب الفضائل ، باب فضل نسب النبی،۲۲۷۶

اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیل میں سے بنی کنانہ کو چنا، کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھ کو بنی ہاشم میں سے چنا کہ میں ان سب سے برگزیدہ ہوں

قریش کی فضیلت:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝﴾ [القریش ۱:۱۰۶]

اس آیت میں قریش کا ذکر ان کے سفر کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ یہ بھی خاندان قریش کی فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ قریش کے علاوہ کسی خاندان کا نام قرآن میں نہیں آیا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو قریش کی زبان میں اتارا ہے۔

قریش کون ہیں؟

قریش کس کا نام اور لقب ہے؟۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے اجداد کی دسویں پشت میں جناب فہر بن مالک ہوئے ہیں۔ اکثر مورخین کے نزدیک ان (فہر) کا نام یا لقب قریش ہے۔ اسی لئے ان کی اولاد کو قریش کہتے ہیں

وَ قُـرَيْشٌ عَلٰى قَوْلِ اَكْثَرِ اَهْلِ النَّسَبِ هُمُ الَّذِيْنَ يَنْتَسِبُوْنَ اِلٰى فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ. (الفصول :٦)

صاحب حدائق الانوار (ص۸۹) پر رقمطراز ہیں:

وَبُـطُوْنُ قُرَيْشٍ هُمْ وُلْدُ نَضْرِبْنِ كِنَانَةَ وَهُمْ قَوْمُهُ الَّذِيْنَ شَرَّفَهُمُ اللّٰهُ بِهٖ

فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی

﴿ وَ اِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَ لِقَوْمِکَ ج......﴾ [الزخرف ٤٣:٤٤]

کہ بطون قریش نضر بن کنانہ ہیں اور یہ وہ رسول اللہ کا خاندان ہے جس کو اپنے اس قول میں شرف بخشا کہ ''اور یقیناً وہ (قرآن) ضرور (عظیم) شرف ہے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے''۔

بعض کہتے ہیں کہ فہر نام ہے اور قریش لقب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قریش نام ہے اور فہر لقب ہے اور ان کی اولاد کو قریشی کہتے ہیں اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو ان کو کنانی کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نضر بن کنانہ کی اولاد کا نام قریش ہے۔ (سیرت مصطفی)

بہر حال جو فہر کی اولاد سے ہے وہ نضر کی اولاد سے بھی ہے اس لئے کوئی خاص اختلاف نہیں ہے۔

قریش کی وجہ تسمیہ:

قریش قرش کی تصغیر ہے۔ اور قرش اس مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانتوں سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے اور فہر کی اولاد کو قریش قوت و طاقت اور شجاعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کا قبیلہ جملہ قبائل سے طاقتور اور بہادر تھا۔ (ذکر حسین)

نسب نامہ شریف:

(سیدنا) اَبُو الْقَاسِمِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ کِلَابِ بْنِ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِکِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ کِنَانَۃَ بْنِ خُزَيْمَۃَ بْنِ مُدْرِکَۃَ بْنِ اِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ. (الصحیح البخاری کتاب مناقب الانصار، باب ٢٨ بعث النبی)

سیدنا ابو القاسم محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

حضرت محمد ﷺ بن سیدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرہ

حضرت آمنہ کا نسب شریف رسول اللہ ﷺ کے جدامجد (یعنی کلاب بن مرہ) میں جا کر مل جاتا ہے۔اور سیرت کی اکثر کتابوں میں نبی کریم ﷺ کا سلسلہ نسب شریف جناب عدنان تک ہی بیان کیا گیا ہے جیسا کہ امام بخاری نے نقل کیا ہے۔مگر سیرت ابن ہشام میں ابو بکر محمد بن اسحاق متوفی ۱۸۱ھ کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک تمام آباء کرام کے اسماء لکھے ہیں۔عدنان سے حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام تک، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک اور حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک اختلاف ہے۔اور اس میں کمی زیادتی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿......وَ قُرُوْنًام بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْرًا۝﴾ [الفرقان ۲۵:۳۸]

اور ان کے درمیان بہت سی قومیں۔

مگر وہ سلسلہ نسب جس کو امام بخاری نے بیان کیا ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

نسبت رسول کی عظمت:

دنیا میں کوئی ایسا شخص اور کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہوا اور نہ ہوگا جس کا شجرۂ نسب اس طرح تواریخ کے اوراق میں محفوظ ہو جس طرح کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا شجرہ نسب تواریخ کے اوراق میں محفوظ رہا ہے اور اب بھی ہے بلکہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔دراصل

بات یہ ہے کہ جس کو ذات رسول ﷺ سے نسبت ہوگئی اس کا نام روشن ہوگیا اور نبی مکرم ﷺ کی نسبت سے ہی اس کو شرف اور بزرگی حاصل ہوگئی۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے

بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش:

حضرت سید عالم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کسریٰ نوشیرواں کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جبکہ اس کی حکومت کو چوبیس برس پورے ہو چکے تھے۔ آپ کی کنیت ابو احمد ہے۔ حضرت عبداللہ، ابو طالب کے حقیقی بھائی تھے۔ (تفهيم البخاری، ۵:   )

جناب عبدالمطلب کی نذر:

جناب عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دس بیٹے عطا فرمائے تو میں راہ خدا میں ایک بیٹے کی قربانی دوں گا۔ چنانچہ جب تمنا پوری ہوئی تو ایفاء عہد کے لئے قرعہ اندازی کی گئی۔ ہر بار قرعہ اندازی پر حضرت عبداللہ کا نام آتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ آپ کی جان کو بچانے کے لئے رشتے دار ہر طرف سے کوشش کرتے تھے۔ آخر ان کے بدلہ میں سو اونٹ کی قربانی دی گئی اور آپ بچ گے۔ آپ حسن و جمال میں با کمال تھے۔ نور محمدی کی وجہ سے بہت سی عورتوں نے یہ خواہش کی کہ ہمیں ان کی زوجیت کا شرف حاصل ہو مگر وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

﴿...... اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ط...... ﴾ [الانعام ۶:۱۲۴]

اللہ اپنی رسالت رکھنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

111266

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی اور بہنیں:

بعض نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے 8 بھائی بتائے ہیں۔ بعض نے 10 اور بعض نے 11 کے نام لکھے ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

(1) حارث (2) قثم (3) زبیر بن عبدالمطلب (4) ابو طالب، (اور ان کے چار بیٹے تھے طالب، عقیل، جعفر اور علی) (5) عبدالکعبہ (6) ابو لہب (7) حجل (8) غیداق (9) حمزہ (10) حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا۔

ان میں سے حضرت حمزہ اور عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا نے اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بہنوں کے نام یہ ہیں۔

(1) صفیہ (2) عاتکہ (3) اروی (4) ام حکیم بیضاء (5) برہ (6) امیمہ۔

ان میں سے صرف حضرت صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا ایمان لائیں۔ (سرور المحزون)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی:

جناب عبدالمطلب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کے پاس لے گئے۔ یہ وہب ان دنوں بنی زہرہ کے سردار اور نسب و شرف میں بزرگ مانے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کردی۔ قریش کی سب عورتوں میں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا نسب و فضیلت میں افضل تھیں۔

شکم اطہر میں جلوہ گری کی برکتیں:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد پہلے ہی ہفتہ میں نور محمدی کی امانت دار بن گئی تھیں۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم

پاک میں جلوہ افروز ہوئے تو خود بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس خواب میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے آمنہ تم رسول ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جو سردار عالم ہیں۔ جب وہ زمین پر قدم رنجہ فرمائیں تو یہ الفاظ کہنا اور ان کا نام محمد رکھنا:

اُعِیذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدِ

یعنی میں اس مولود مسعود کو ذات واحد کی پناہ میں دیتی ہوں تا کہ ہر حاسد کے شر سے محفوظ رہے۔

حضرت آمنہ خاتون نے ایام حمل شریف میں دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس کی روشنی میں ان کو شام اور بصریٰ کے محل دکھائی دیئے۔ یہ نور تو خواب کی حالت میں دیکھا تھا مگر ولادت کے وقت بیداری کی حالت میں بھی نور دیکھا تھا جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ قریش ان ایام میں نہایت تنگی اور سخت قحط سالی میں مبتلا تھے کہ یک لخت زمین سبز ہونے لگی اور درخت پھل دار ہو گئے۔ اس سال کا نام قریش نے سَنَةُ الْفَتْحِ وَالْاِبْتِهَاجِ رکھا یعنی کامیابی اور مسرت وشادمانی کا سال۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ﴾ [الضحی ۹۳:۶]

کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا۔

جب سیدنا رسول اللہ ﷺ شکم مادر میں جلوہ گر ہوئے تو ابھی دو ماہ کے تھے کہ حضرت عبداللہ کو ان کے والد بزرگوار جناب عبدالمطلب نے مدینہ منورہ کھجوریں لانے کے لئے بھیجا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ قریش کے قافلہ میں شام کی طرف تجارت کے لئے تشریف لے گئے

تھے اور واپسی پر مدینہ منورہ میں ایک ماہ بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئے جبکہ آپ کی عمر 25 برس تھی۔ بعض مورخین تیس برس کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت آمنہ نے جب سنا تو انتہائی افسوس کرتے ہوئے یہ چند اشعار پڑھے:

عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ　　جَاوَرَ اللَّحْدَ خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ

دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَاَجَابَهَا　　وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمِ

عَيْشَةَ رَاحُوا يَحْمِلُوْنَ سَرِيْرَهُ　　تَعَاوَرَهُ اَصْحَابُهُ فِي التَّذَاحُمِ

وَ اِنْ تَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَ رَيْبُهَا　　فَقَدْ كَانَ مُعْطَاءً كَثِيْرًا التَّرَاحُمِ

آل ہاشم (عبداللہ) سے بطحا کی جانب خالی ہوگئی اور وہ قبر کے مجاور ہو گئے اپنے اہل کی جگہوں سے دور ہو گئے۔

عبداللہ کو موت نے بلا لیا انہوں نے اس کو قبول کیا موت نے نہیں چھوڑا ان لوگوں میں ابن ہاشم کی مثل۔

جو لوگ دن کے آخر ان کو دفن کرنے کو آئے تھے ایسے حال میں گئے کہ ان کی چارپائی اٹھائے ہوئے تھے بھاری بھاری لیتے تھے ان کے جنازہ کو ان کے دوست بھیڑ کے ساتھ۔

پھر اگر موت اور اس کے اسباب نے حضرت عبداللہ کو کچھ بتائے بغیر اپنی آغوش میں لے لیا (تو لوگ افسوس کرنے لگے) کیونکہ وہ کثرت سے عطا کرنے والے اور زیادہ رحم کرنے والے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ترکہ:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے برکت نام کی ایک باندی حضرت ام ایمن اور پانچ اونٹ بکریوں کا گلہ ترکہ چھوڑا جن کے وارث سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ حضرت ام ایمن نے

بھی پرورش کی خدمت انجام دی یعنی آپ حضورﷺ کو اپنی گود میں اٹھایا کرتی تھیں۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

كَانَتْ أُمُّ أَيْمَنَ وَاسْمُهَا بَرَكَةٌ تَحْضُنُهُ وَكَانَ قَدْ وَرِثَهَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ أَبِيهِ فَلَمَّا كَبِرَ أَعْتَقَهَا وَزَوَّجَهَا مَوْلَاهُ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَوَلَدَتْ لَهُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. (سيرت ابن كثير ١:٢٢٤)

کہ ام ایمن بھی خدمت گار تھیں اور ان کا نام برکت تھا وہ آپ کو اٹھایا کرتی تھیں رسول اللہﷺ کو اپنے والد کی طرف سے ترکہ میں ملی تھیں۔ جب آپﷺ بڑے ہوئے تو انہیں آزاد کر دیا اور اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ سے ان کی شادی کر دی۔ ان سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔ اللہ سب پر راضی ہو۔

باب سوم:

مکی زندگی کا دور اول (ولادت تا بعثت)

ولادت باسعادت:

﴿وَالضُّحٰی ۞ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۞﴾ [والضحی ۹۳: ۱-۲]

قسم چاشت کی۔ اور رات کی جب وہ (تاریکی کا) پردہ ڈالے۔

زیادہ مشہور روایات کے مطابق 12 ربیع الاول کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت نبی کریم ﷺ کی مکہ شریف میں ولادت باسعادت ہوئی۔ نبی ﷺ کی ولادت شریف کا واقعہ ایک عظیم الشان تاریخی انقلاب تھا جس کی وجہ سے نور و تاریکی، حق و باطل، کفر و اسلام، عدل و ظلم اور عدم و وجود میں فرق کیا گیا ہے۔ آپ کی ولادت پاک کے موقع پر بے شمار عجائب و غرائب کا ظہور اور فیوض و برکات کا نزول ہوا۔

ولادت کے وقت نور کا ظہور:

چنانچہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آتے ہیں یہاں تک کہ مجھ کو یہ گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آ گریں گے۔

,فتح الباری ٦: ٤٥٥

ولادت کے وقت ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس کی وجہ سے ملک شام کے محلات جگمگا اٹھے تھے۔ چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنِّی عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتِمُ النَّبِیّنَ، وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ، وَ سَاُخْبِرُکُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَۃُ اِبْرَاھِیْمَ، وَ بِشَارَۃُ عِیْسٰی، وَرُؤْیَا اُمِّی الَّتِیْ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ، وَقَدْ خَرَجَ لَھَا نُوْرٌ اَضَاءَ تْ لَھَا مِنْہُ قُصُوْرُ الشَّامِ.

شرح السنۃ، کتاب الفضائل ۷: ۳۵۲۰

کہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں خاتم النبیین مقرر تھا جبکہ حضرت آدم اپنی گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے میں تمہیں اپنے امر کی ابتدا بتا تا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے ان کے لئے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ (مطلب یہ ہے کہ دنیا میں میری شہرت کا ذریعہ یہ چیزیں ہوئیں)

شام کے محلات روشن ہونے کی حکمت:

حافظ ابن رجب کی کتاب لطائف المعارف میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت جو نور ظاہر ہوا۔ اس نور کے ظہور سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت سے اہل زمین ہدایت پائیں گے اور اس کے ساتھ شرک کی ظلمت دور ہو گی جس طرح قرآن حکیم میں آیا ہے:

﴿...... قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۞﴾ [المائدہ ۵: ۱۵]

بیشک جلوہ گر ہوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بصری کے محل روشن ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت خاص طور پر شام میں پھیلے گا کیونکہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار سلطنت ہو گا جیسا کہ حضرت کعب احبار نے ذکر کیا ہے کہ پہلی کتابوں میں مذکور ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول

ہیں، ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی، مقام مدینہ ہوگا اور دار الحکومت ملک شام ہوگا۔ اور آپ ﷺ کے شام میں بیت المقدس کی طرف اسراء میں بھی یہی حکمت کارفرما ہے جیسا کہ اس سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے بھی شام کی طرف ہجرت کی، عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی اتریں گے اور محشر کے میدان کی بھی یہی سرزمین ہوگی۔ (مختصر سیرت الرسول، سیرت محمدیہ)

شیطان کا رونا:

رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے وقت شیطان لعین کے سوا ساری کائنات کو خوشی ہوئی امام القاسم سہیلی حافظ بقی بن مخلد کی تفسیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اِنَّ اِبۡلِیۡسَ رَنَّ اَرۡبَعَ رَنَّاتٍ حِیۡنَ لُعِنَ وَحِیۡنَ اُھۡبِطَ وَحِیۡنَ وُلِدَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ وَحِیۡنَ اُنۡزِلَتِ الۡفَاتِحَۃُ. (سیرت ابن کثیر ۱:۲۱۲)

کہ ابلیس چار بار چلا کر رویا جب اس پر لعنت پڑی، جب آسمان سے دھتکارا گیا، جب رسول اللہ کی ولادت ہوئی اور جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

جناب عبد المطلب کا شکریہ ادا کرنا:

اور جب جناب عبد المطلب کو رسول اللہ ﷺ کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی گئی تو آپ نے خانہ کعبہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے یوں کہا:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَعۡطَانِیۡ ۔۔۔ ھٰذَا الۡغُلَامُ طَیِّبُ الۡاَرۡدَانِ
قَدۡ سَادَ فِی الۡمَھۡدِ فِی الۡغِلۡمَانِ ۔۔۔ اُعِیۡذُ بِالۡبَیۡتِ ذِی الۡاَرۡکَانِ
حَتّٰی یَکُوۡنَ بُلۡغَۃَ الۡفُتۡیَانِ ۔۔۔ حَتّٰی اَرَاہُ بَالِغَ الۡبُنۡیَانِ
اُعِیۡذُہٗ مِنۡ کُلِّ ذِیۡ شَنَانِ ۔۔۔ مِنۡ حَاسِدٍ مُضۡطَرِبِ الۡعَنَانِ
ذِیۡ ھَمَّۃٍ لَیۡسَ لَہٗ عَیۡنَانِ ۔۔۔ حَتّٰی اَرَاہُ رَافِعَ اللِّسَانِ

اَنْتَ الَّذِیْ سَمَّیْتَ الْقُرَانِ فِیْ کُتُبٍ ثَابِتَةٍ الْمَثَانِیْ

اَحْمَدُ مَکْتُوْبٌ عَلَی اللِّسَان

سیرت ابن کثیر ۱:۲۰۸

سب تعریف ہے اس ذات کی جس نے مجھے پاکیزہ بچہ عطا کیا ہے. وہ گہوارے میں ہی سب بچوں سے فائق ہے۔ میں اسے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں تاکہ وہ نوجوانوں کو کفایت کرنے والا ہو جائے اور میں اس کو توانا و طاقتور دیکھوں۔ میں اس کی پناہ مانگتا ہوں ہر دشمن سے اور ہر پریشان حاسد سے ہر بوڑھے پھونس سے جس کی بینائی نہ ہو تاکہ میں اسے گویا دیکھوں۔ تو وہ محترم ہے جس کا نام قرآن میں ہے اور بار بار تلاوت شدہ کتابوں میں احمد جو زبانوں پر تحریر ہے۔

ثویبہ رضی اللہ عنہا کا ابولہب کو بشارت دینا:

قَالَ عُرْوَةُ: وَ ثُوَیْبَةُ مَوْلَاةٌ لِاَبِیْ لَهَبٍ وَ کَانَ اَبُوْ لَهَبٍ اَعْتَقَهَا فَاَرْضَعَتِ النَّبِیَّ ﷺ، فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ اُرِیَهٗ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حِیْبَةٍ، قَالَ لَهٗ: مَاذَا لَقِیْتَ؟ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ: لَمْ اَلْقَ بَعْدَکُمْ غَیْرَ اَنِّیْ سُقِیْتُ فِیْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِیْ ثُوَیْبَةَ.

للبخاری، کتاب النکاح، باب و امھاتکم اتی ارضعنکم، ۵۱۰۱

عروہ راوی کہتے ہیں: ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی جب اس نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر ابولہب کو دی تو ابولہب نے اس خوشی میں اسے آزاد کر دیا۔ پھر اس نے نبی اکرم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ ابولہب کے مرنے کے (سال) بعد کسی عزیز (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے خواب میں برے حال میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے؟ کیا گزری؟ وہ کہنے لگا جب سے میں تم سے جدا ہوا ہوں کبھی آرام نہیں ملا مگر اس میں سے تھوڑا سا پانی پیر کے دن مل

جاتا ہے (ابولہب نے اس گڑھے کی طرف اشارہ کیا جو انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے درمیان ہوتا ہے) یہ اس وجہ سے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔

کونسا عمل کافر کے لئے فائدہ مند ہے؟

کافر کو نیک اعمال سے کوئی نفع نہیں ہوتا مگر وہ عمل وہ کام جس کا تعلق نبی ﷺ کی ذات سے ہو اس کا فائدہ کافر کو بھی ہوتا ہے کہ اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔

شیخ نور الحق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وبر تقدیر تسلیم کہ عمل صالح کہ تعلق بآں حضرت داشتہ باشد نفع کند ﷺ۔

تیسیر القاری ٥:٤٥

کہ اس خواب کو تسلیم کرنے کی صورت میں مطلب یہ ہوا کہ جو نیک عمل حضور ﷺ سے متعلق ہو وہ نفع دیتا ہے۔

نیز حاشیہ تیسیر القاری میں خیر الجاری کے حوالے سے ہے:

اِنَّهُ بَقِیَ مِنْ عَمَلِهٖ هٰذَا وَلَمْ یَحْبِطْ کَسَائِرِ اَعْمَالِهٖ بِبَرَکَتِهٖ ﷺ.

کہ ابولہب کا صرف یہ عمل باقی رہ گیا تھا جو باقی اعمال کی طرح ضائع نہیں ہوا۔

خیال رہے کہ نبی ﷺ کی برکت سے ابولہب کے عذاب میں کمی ہونا اور دونوں انگلیوں کے درمیان سے پانی کا ملنا نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ کسی اور کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے کافر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

صاحب حدائق الانوار لکھتے ہیں:

تَخْفِیْفُ الْعَذَابِ اَنَّمَا هُوَ کَرَامَةُ النَّبِیِّ ﷺ کَمَا خُفِّفَ عَنْ اَبِیْ طَالِبٍ لَا لِاَجْلِ الْمُجَرَّدِ الْعِتْقِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿......وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَبٰطِلٌ مَّا

كَانُوا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ [هود ١١: ١٦]

کہ ابولہب کے عذاب میں تخفیف نبی ﷺ کی بزرگی کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کی گئی۔ صرف ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے نہیں۔ ''اور اکارت گیا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا اور مٹ جانے والا تھا جو وہ کیا کرتے ہیں''۔

ذکر میلادِ مصطفیٰ ﷺ:

نبی ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر ولادت باسعادت کے واقعات کا بیان کرنا اور اس پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا یہ ایک نہایت ہی نیک عمل ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط ......﴾ [یونس ١٠: ٥٨]

فرمادیجئے (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے تو اس پر مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سیرت رسول کا ذکر کرنا چاہیئے، میلادِ مصطفیٰ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ان سے عرض ہے کہ سیرت رسول ﷺ کا کوئی منکر نہیں ہے بلکہ سب ہی قائل ہیں اور میلادِ مصطفیٰ کو بھی مانتے اور مناتے ہیں۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا معنی رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے حالات وواقعات کا ذکر کرنا ہے اور یہ بھی سیرت کا ایک حصہ ہے۔ اگر کسی کو لفظ میلاد النبی سے اختلاف ہے تو اس اختلاف کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ صحاح ستہ کی معتبر ومستند کتاب جامع ترمذی شریف میں امام ابوعیسیٰ محمد ترمذی رَحِمَهُ اللّٰه نے اس موضوع پر ایک باب باندھا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ مِيْلَادِ النَّبِيِّ ﷺ کہ یہ باب نبی ﷺ کی پیدائش کے بیان

میں ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ. فَقَالَ: فِيْهِ وُلِدْتُ وَ فِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ. (مسند احمد ج ۵:ص ۲۹۱ حدیث ۲۲۶۱۱)

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسی دن میری پیدائش ہوئی ہے اور اسی دن مجھ پر قرآن کا نزول شروع ہوا۔

معلوم ہوا کہ پیر کے دن دو نعمتیں عطا ہوئیں۔

1۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

2۔ اور قرآن پاک کا نزول۔

شیخ احمد قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

اہل اسلام ہمیشہ سے نبی علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر محفلیں بپا کرتے ہیں، دعوتیں کرتے ہیں، صدقات دیتے ہیں، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کی ولادت کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ان لوگوں پر بھی اپنی رحمت کی بارش برساتا ہے اور یہ بات لوگوں کے تجربے میں آئی ہے کہ ان کا وہ سال امن وامان سے گزرتا ہے اور تمام مقاصد اور خواہشات باحسن وجوہ پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ ولادت کی راتوں کے دوران بطور عید کے خوشی منائے۔ (الانوار المحمدیہ)

امام قطب الدین مکی فرماتے ہیں:

وَكَيْفَ لَايَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِلَيْلَةٍ ظَهَرَ فِيْهَا اَشْرَفُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَكَيْفَ لَايَجْعَلُوْنَهَا عِيْدًا اَكْبَرَ اَعْيَادِهِمْ. (تاریخ مکہ)

اور مومن شب ولادت میں کیوں نہ خوشی منائیں جس میں تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار پیدا ہوئے اور کیوں نہ شب ولادت کو اپنی تمام عیدوں سے بڑی عید بنائیں۔

غرضیکہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر جو بھی ہو اور جس طریقہ سے بھی کیا جائے باعث ثواب وذریعہ نجات ہے بشرطیکہ بدعات سیئہ سے پاک ہو۔

ماہ ربیع الاول دوشنبہ کے دن آپ کے پیدا ہونے کی حکمت:

رسول اکرم ﷺ نے کسی زمانہ کے ساتھ شرافت و بزرگی حاصل نہیں کی بلکہ زمانہ نے آپ سے شرافت و بزرگی پائی۔ جس طرح دیگر مقامات مقدسہ ہیں کہ مکان کو مکین سے شرافت حاصل ہوتی ہے۔ یہی حکمت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت مبارک کسی ایسے مہینے میں نہیں ہوئی جو بزرگی و برکت کے ساتھ مشہور تھے جیسے ماہ محرم، رجب اور ماہ رمضان جو دیگر مہینوں کی نسبت افضل ہیں لہذا آپ ﷺ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے ہیں جس کو اہل عرب محترم نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن آپ کی پیدائش سے اس کا درجہ بڑھ گیا اور یہی حکمت پیر کے دن میں پیدا ہونے کی ہے کہ آپ کی پیدائش سے اس دن کو بھی عظیم درجہ مل گیا اور سب دنوں کا پیر بن گیا حالانکہ تمام دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس دن میں ایک ساعت آتی ہے کہ اس ساعت میں جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ مگر جو فضیلت پیر کے دن کی ہے وہ روز جمعہ کی نہیں۔ کیونکہ جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے مگر یوم دوشنبہ کو اولاد آدم کے سردار تشریف لائے۔ اس لئے یہ یوم جمعہ سے افضل ہے۔ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے مگر یہ ساعت یوم دوشنبہ کی اس ساعت کو کہاں پہنچ سکتی ہے جس ساعت میں نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے۔

نیز اگر آپ ﷺ جمعۃ المبارک کے دن یا بزرگ مہینوں میں سے کسی مہینہ میں پیدا

تے تو ممکن تھا کہ کوئی مریض دل یہ کہہ دیتا کہ آپ کو تو بزرگی اس لئے حاصل ہوئی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن پیدا ہوئے، یا فلاں بزرگ مہینہ میں تشریف لائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمعہ کے دن اور دیگر کسی محترم مہینے میں پیدا نہیں فرمایا تا کہ دنیا والوں کو یہ پتہ چل جائے کہ نبی ﷺ حصول بزرگی وفضیلت میں کسی زمان ومکان کے محتاج نہیں ہیں بلکہ زمان ومکان حصول عزت وبزرگی میں آپ ﷺ کے محتاج ہیں۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم فرمائی کیونکہ وہ آپ ﷺ کی جائے ولادت ہے۔

فرمایا:

﴿لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ۞ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ۞﴾ [البلد ۹۰: ۱-۲]

میں قسم فرماتا ہوں اس شہر کی۔ اس حال میں کہ (اے محبوب) آپ اس شہر میں جلوہ فرما ہیں۔

غرضیکہ ہر چیز کو نبی ﷺ سے شرف وبزرگی اور عزت حاصل ہوئی ہے اس لئے کہ نسبت رسول ﷺ بڑی چیز ہے۔

فائدہ:

بعض علماء نے ولادت باسعادت کے وقت عجائب وغرائب اور ظاہر ہونے والے واقعات پر سخت تنقید کی ہے اور ان تمام واقعات کو جو محفل میلاد کے موقع پر بیان کئے جاتے ہیں ان کو ضعیف بلکہ موضوع قرار دیا ہے اور دلیل یہ دی کہ جو واقعات اسناد کے لحاظ سے ثابت نہیں۔ ان کی حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنا معاذ اللہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔

اپنی جگہ یہ بات بالکل درست ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ جن محدثین ومؤرخین نے ان

واقعات و روایات کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، کیا وہ اس وعید سے بے علم تھے؟ کیا وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ نبی ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کرنا سب سے بڑا گناہ ہے جو دخول جہنم کا سبب ہے؟ یقیناً وہ اس گناہ اور وعید شدید کو جانتے تھے کیونکہ وہ محدث، مفسر، مؤرخ اور صاحب ورع بھی تھے۔ لہذا انہوں نے فضائل و مناقب اور میلاد شریف کے فوائد کے ضمن میں جو مواد نقل کیا ہے تو وہ ان کے نزدیک صحیح اسناد سے ہوگا۔ ممکن ہے کہ وہ کتابیں اب نایاب ہوں جو ان کا ماخذ تھیں۔ نیز بالکل ان کی نقل کردہ روایات کو رد کرنا بے انصافی کے علاوہ ان محدثین سے بدگمانی کرنا ہے جو ناجائز ہے۔ نیز فضائل و مناقب میں روایات ضعیفہ کا بیان کرنا بھی درست کہا گیا ہے۔ لیکن من گھڑت روایات بیان کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی۔ بہرحال افراط و تفریط سے بچنا ضروری ہے اور عمداً کسی غلط بات کو رسول اللہ ﷺ کی جانب نسبت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ہر وہ روایت جو فضائل رسول اللہ ﷺ میں ہو اس کا انکار کر دینا بھی علامت محبت نہیں ہے۔

قریش کی دعوت:

جناب عبدالمطلب نے نبی ﷺ کی ولادت کے ساتویں روز جانور ذبح کر کے تمام قریش کی دعوت کی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا آپ نے اپنے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟ جناب عبدالمطلب نے کہا: مُحَمَّد۔ لوگوں نے تعجب سے دریافت کیا کہ آپ نے خاندان کے سب مروجہ نام چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا دنیا میں سب سے بڑھ کر ستائش اور تعریف کا شایان شان قرار دیا جائے۔

سیرت ابن کثیر میں ہے:

قَالَ اَرَدْتُ اَنْ یَّحْمَدَهُ اللّٰهُ فِی السَّمَاءِ وَخَلْقُهُ فِی الْاَرْضِ.

کہا میری یہ خواہش ہے کہ آسمان پر اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرے اور زمین پر اس کی مخلوق۔

اسم رسالت کی وجہ تسمیہ:

اہل لغت کہتے ہیں کہ اچھی عادات وخصال کی جامع ہر ہستی کو محمد کہتے ہیں۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جناب عبد المطلب کو الہام کیا تھا کہ یہ نام رکھیں کیونکہ آپ عمدہ خصال وصفات کے پیکر تھے تا کہ اسم اور مسمیٰ صورت ومعنیٰ کے مطابق ہو جائے۔ جیسا کہ جناب ابو طالب نے کہا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے:

وَ شَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهِ لِيُجِلَّهُ

فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

اللہ تعالیٰ نے آپ کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ان کا نام اپنے نام سے نکالا ہے پس عرش والا محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

علامہ نور الحق رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ستودہ شدہ بستائش خدا وملائکہ ہمہ انبیاء از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام از کمال صفات حمیدہ واخلاق جمیلہ وفضائل جلیلہ۔ (تیسیر القاری)

کہ آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے تعریف کئے ہوئے ہیں اور تمام نبیوں نے اپنی زبانوں سے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک صفات حمیدہ، اخلاق جمیلہ اور فضائل جلیلہ کے کمال کی تعریفیں کی ہیں۔ پوری کائنات میں اسی نام کی تعریفیں ہوئی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴾ [والضحى ٩٣:٤]

اور بیشک (ہر) پچھلی (گھڑی) آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

نیز فرمایا:

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ [الم نشرح ٩٤:٤]

اور ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

رضاعت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ...... ﴾ [البقرہ ٢:٢٣٣]

اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال۔

نبی کریم ﷺ کو ولادت باسعادت کے بعد سب سے اول حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے اپنا دودھ پلایا اور اس کے بعد یا ساتھ ہی ابولہب کی آزاد کردہ باندی ثویبہ نے بھی دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

ثویبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت ثویبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا وہ خوش نصیب ہیں کہ جن کو ولادت رسول کی بشارت دینے کی وجہ سے آزادی ملی تھی۔ آپ کو نبی ﷺ کو دودھ پلانے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ (مدارج النبوت ٢:١٩)

دراسلام ثویبہ اختلاف ست۔ بعضے محدثین اور از صحابیات شمردہ۔ (مدارج النبوت ٢:١٩)

ثویبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے اسلام میں اختلاف ہے۔ بعض محدثین انہیں صحابیات میں شمار کرتے ہیں۔

وَاخْتُلِفَ فِيْ اِسْلَامِهَا فَاَثْبَتَهُ بَعْضُهُمْ وَ عَدَّهَا فِي الصَّحَابَةِ.

نسیم الریاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلی، فصل و اما خلقه ﷺ فی الوفاء ۲: ۳۵۶

ان کے اسلام میں اختلاف ہے مگر بعض نے ان کا اسلام ثابت کیا ہے اور ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

حضرت ثویبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا جب تک زندہ رہیں حضور ﷺ ان کے ساتھ حسن سلوک فرماتے رہے اور مدینہ منورہ سے ان کے لئے کپڑے اور انعام بھجوایا کرتے تھے۔ ان کی وفات غزوہ خیبر 8 ہجری میں ہوئی۔

وَ كَانَ يَبْعَثُ اِلٰى ثُوَيْبَةَ مَوْلَاةِ اَبِيْ لَهَبٍ مُرْضِعَتِهٖ بِصِلَةٍ وَ كِسْوَةٍ، فَلَمَّا مَاتَتْ سَئَلَ: مَنْ بَقِيَ مِنْ قَرَابَتِهَا؟ فَقِيْلَ لَا اَحَدَ.

الشفاء، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلی، فصل و اما خلقه ﷺ فی الوفاء ۱: ۸۶

آپ ابولہب کی باندی ثویبہ کے لئے نقدی اور کپڑے بھیجا کرتے تھے جو آپ کو دودھ پلانے والی تھیں۔ جب وہ فوت ہوگئیں تو پوچھا کہ کیا ان کے رشتہ داروں میں سے کوئی ہے؟ کہا گیا کہ کوئی نہیں۔

پھر عرب کے رواج کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے رسول اللہ ﷺ کو پورے دو برس دودھ پلایا۔ حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا بیان ہے کہ جس وقت آپ کا دودھ چھڑایا گیا تو آپ ﷺ کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا.

(الانوار المحمدية من المواهب اللدنية ۲۱)

مدت رضاعت ختم ہونے پر حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا حضور ﷺ کو واپس مکہ معظمہ حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے پاس لائیں مگر اس وقت مکہ میں وبائی بیماری تھی جس کی

وجہ سے حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا پھر رسول اللہ ﷺ کو واپس لے گئیں۔ حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا حضور ﷺ کی جدائی کو برداشت نہیں کرنا چاہتی تھیں کیونکہ آپ کی وجہ سے ان کے گھر میں بے شمار فیوض و برکات کا ظہور ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی سہولتیں عطا فرمائیں۔ آپ پھر مزید دو برس حضرت حلیمہ کے پاس رہے بعض کے نزدیک پانچ سال تک رہے۔ حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا کے شوہر کا نام حارث بن عبدالعزی تھا اور وہ بعد میں اسلام لائے تھے۔ حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا بھی اسلام لائی تھیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے چار رضائی بہن بھائی تھے۔ عبداللہ، انیسہ، خزیفہ اور خدامہ، جو شیما کے لقب سے ملقب تھی۔ عبداللہ اور شیما نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔

شق صدر:

اسی دوران حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا کے پاس پہلی مرتبہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا جبکہ آپ چار سال کے تھے۔ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل میں گئے ہوئے تھے۔ دو فرشتے آئے اور انہوں نے آپ کو زمین پر لٹا کر آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور خون کے سیاہ لوتھڑے کو دل سے نکال کر صاف کیا۔ پھر آپ کے دل کو اس کی جگہ رکھ کر سینہ برابر کر دیا۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو پکڑا، پچھاڑا اور دل کو چیر کر نکالا۔ پھر اس میں سے ایک پھٹکی جدا کر ڈالی اور کہا کہ آپ سے اتنا حصہ شیطان کا تھا۔ پھر اس دل کو سونے کے طشت میں زم زم کے پانی سے دھو دیا۔ پھر اس کو جوڑ کر اس کی جگہ پر رکھا۔ لڑکے دوڑتے ہوئے آپ کی انا

کے پاس آئے اور کہا کہ محمد (ﷺ) مار ڈالے گئے ہیں۔ یہ سن کر لوگ دوڑے آئے۔ دیکھا کہ آپ بالکل صحیح ہیں۔ (لیکن ڈر اور خوف سے آپ کا رنگ متغیر تھا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَ قَدْ كُنْتُ اَرٰى اَثَرَ ذٰلِكَ الْمِخْيَطِ فِىْ صَدْرِهٖ.

المسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، حدیث ۲٦١

کہ میں نے اس سلائی کا (جو حضرت جبریل علیہ السلام نے کی تھی) آپ کے سینہ پر نشان دیکھا تھا۔

یہ شق صدر رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات اور معجزات میں سے ہے اور یہ واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا ہے۔ شب اسراء کو بھی پیش آیا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

خیال رہے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمارے لئے سونے کے برتنوں کا استعمال درست ہے کیونکہ یہ فرشتوں کا فعل تھا۔ نیز اس وقت سونے کا استعمال حرام نہیں تھا۔ سونے کی حرمت کا حکم بعد میں آیا۔

رضاعت کا صلہ:

جب حضرت حلیمہ سعدیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھَا آپ ﷺ کو جناب عبدالمطلب کے پاس مکہ لائیں تو ''آپ کے دادا عبدالمطلب نے (حضرت) حلیمہ (رضی اللہ عنہا) کو ایک ہزار اونٹنیاں اور پچاس رطل سونا حق خدمت گزاری میں بطور انعام دے کر نہایت عزت کے ساتھ رخصت کیا''۔ (تحفة الادب شرح اردو نفحة العرب، ٢٣٦)

حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھَا کیا خوش نصیب تھیں کہ ان کو دنیاوی انعام بھی بہت دیا گیا اور اس سے بڑھ جو انعام ان کو ملا وہ باقی رہنے والا ہے کہ آپ کو دولت اسلام سے نوازا

گیا اور قیامت تک ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

آپ ﷺ کی عمر سات سال بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کی والدہ آپ کو اور دایہ ام ایمن کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں ننھیال (ماموؤں) بنونجار سے ملنے تشریف لے گئیں کہ واپسی پر مقام ابواء میں انتقال ہوگیا۔ اور والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد ام ایمن آپ ﷺ کو مکہ معظمہ لائیں۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

فَخَرَجَتْ بِهٖ اُمُّهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ تَزُوْرُ اَخْوَالَهٗ بِالْمَدِيْنَةِ، فَتُوُفِّيَتْ بِالْاَبْوَاءِ وَ هِيَ رَاجِعَةٌ اِلٰى مَكَّةَ وَ لَهٗ مِنَ الْعُمُرِ سِتُّ سِنِيْنَ وَثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشَرَةُ اَيَّامٍ.

الفصول فی سیرت الرسول، ۱۰۔۹

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو لے کر مدینہ گئیں تا کہ مدینہ منورہ آپ ﷺ اپنے ماموؤں سے ملاقات کریں۔ لیکن جب آپ مکہ شریف واپس آ رہی تھیں تو مقام ابواء میں فوت ہوگئیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر 6 برس 3 ماہ 10 دن تھی۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے گئی تھیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

بنی عبدالمطلب اور بنی عدی بن نجار کی رشتہ داری:

جناب عبدالمطلب کی والدہ سلمی بنت عمرو بن زید نجاریہ تھیں۔ اس لئے بنی عبد المطلب کی بنی عدی بن نجار ساکن مدینہ سے رشتہ داری تھی۔ یعنی جناب عبدالمطلب کی والدہ مدنی نجاریہ تھیں۔

جناب عبد المطلب کا انتقال:

نبی کریم ﷺ 8 برس تک جناب عبد المطلب کی کفالت میں رہے۔ آپ اپنے پوتے سیدنا محمد ﷺ کا بڑا خیال کرتے تھے۔ بے حد عزت کے ساتھ پیش آتے اور دوسروں سے بھی عزت کرواتے تھے یہاں تک کہ جب نبی ﷺ 8 برس کے ہوئے تو عبد المطلب وفات پاگئے۔ اس طرح آپ نے تین زمانے یتیمی کے دیکھے ہیں کہ آپ اپنی والدہ کے شکم پاک میں ہی تھے کہ آپ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وفات پاگئے۔ جب پیدا ہوئے تو سر پر والد کا سایہ نہیں تھا، جب چھ برس کے ہوئے تو والدہ ماجدہ کا وصال ہوگیا اور جب 8 برس کے ہوئے تو حضرت عبد المطلب کا بھی انتقال ہوگیا۔ دنیاوی لحاظ سے جو سہارے تھے وہ ختم ہوگئے تھے۔ آپ یتیم رہ گئے تھے مگر بے مثل یتیم۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ﴾ [الضحی ۹۳:۶]

کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا۔

یتیمی کی حکمت:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا اس میں کیا حکمت تھی کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تھے اور 6 سال کی عمر میں والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا کا وصال ہوگیا تھا اور جب 8 برس کے ہوئے تو جناب عبد المطلب بھی 140 برس کی عمر پاکر فوت ہوگئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا:

لِئَلَّا یَکُوْنَ عَلَیْهِ حَقٌّ لِّلْمَخْلُوْقِ. (نسیم الریاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلی، الفصل الخامس فی قسمه تعالی جده لتحقق مکانته عنده ۱:۳۳۵)

تا کہ ان پر مخلوق کا کوئی حق و احسان نہ ہو۔ (احسان ہو تو صرف اللہ کا ہو)

زبیر بن عبد المطلب کی کفالت:

بعض نے لکھا ہے کہ جناب عبد المطلب کی وفات کے بعد ان کے بیٹے جناب زبیر بن عبد المطلب جانشیں ہوئے تھے اور نبی ﷺ ان کی کفالت میں بھی قلیل عرصہ رہے۔

وَقِيلَ كَفَّلَهُ الزُّبَيْرُ حِينَ مَاتَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ كَفَلَهُ اَبُوْ طَالِبٍ اَىْ بَعْدَ مَوْتِ الزُّبَيْرِ...... وَفِىْ كَلَامِ بَعْضِهِمْ: فَلَمَّامَاتَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ كَفَلَهُ عَمَّاهُ شَقِيْقَا اَبِيْهِ الزُّبَيْرُ وَاَبُوْ طَالِبٍ، ثُمَّ مَاتَ عَمُّهُ الزُّبَيْرُ وَلَهُ مِنَ الْعُمْرِ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَانْفَرَدَ بِهِ اَبُوْ طَالِبٍ. (السيرة الحلبيه ١:١٦٥)

ابو طالب کی کفالت:

نیز جناب عبد المطلب کی وصیت کے مطابق ان کے مرنے کے بعد نبی ﷺ ابو طالب کی کفالت میں آئے۔ جناب ابو طالب کثیر العیال اور قلیل المال تھے مگر سیدنا محمد ﷺ کی وجہ سے ان کے گھر میں خیر و برکت ہوئی۔ جناب ابو طالب نبی ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قحط سالی کے زمانہ میں نبی ﷺ کو ہمراہ لے کر خانہ کعبہ کے پاس آکر بارش کے لئے دعا کی تو آپ ﷺ کی برکت سے خوب بارش ہوئی اور اہل مکہ کی تنگی اور تکلیف دور ہوگئی۔

جناب ابو طالب نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی ﷺ کی شان میں کہا

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ

ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةُ الْاَرَامِلِ

اور روشن سفید چہرہ انور کے وسیلہ سے بارش مانگی جاتی ہے جو یتیموں کے فریادرس

اور بیواؤں کے غم خوار ہیں۔

گلابانی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ لَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ﴾ [النحل ١٦:٦]

اوران میں تمہارے لئے زینت ہے جب شام کو (چراکر) انہیں واپس لاتے ہو اور جب (چراگاہ میں انہیں) چھوڑنے جاتے ہو۔

نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے تمام ضروری کام کرتے تھے۔ چنانچہ اسی زمانہ میں آپ ﷺ اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کی بکریاں بھی چرایا کرتے تھے۔ جیسے دیگر انبیاءِ کرام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

مَابَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ. فَقَالَ اَصْحَابُهُ: وَاَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ. (الصحیح البخاری کتاب الاجارہ، ٢٢٦٢)

اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگراس نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں مکہ والوں کی بکریاں چند قراریط سے چرایا کرتا تھا۔

قراریط سے مراد یا تو کچھ معاوضہ اور مزدوری ہے جو آپ لے کر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے، یا قراریط سے مراد مکہ میں کوئی جگہ تھی جس کا نام قراریط تھا۔ آپ اس جگہ بکریاں چراتے تھے۔

شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ پہلا معنی زیادہ راجح ہے کہ اہل مکہ کسی ایسی جگہ ہرگز نہیں جانتے جس کا نام قراریط ہو۔ مگر صاحب عمدۃ القاری، ابراہیم حربی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں

کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے نزدیک تھا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

اس سے معلوم ہوا کہ بکریاں چرانا نبیوں کی سنت ہے۔

تجارتی سفر:

چونکہ عرب کا زیادہ تر پیشہ تجارت ہی تھا اس لئے اہل عرب تجارت کے لئے سفر کرتے تھے اور قرآن مجید کی سورہ قریش میں ان کے تجارتی سفروں کا بطور احسان کے ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ ﴾ [قریش ۱۰۶: ۱-۲]

چونکہ (ہم نے) قریش کو رغبت دلائی۔ انہیں (تجارت کے لئے) جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کیا۔

جب آپ کی عمر شریف 9 برس کی ہوئی تو پہلا سفر ملک شام کی طرف کیا یعنی جناب ابو طالب آپ کو لے کر بصری گئے جو ملک شام میں ہے اس کو شہر ہوازن کہتے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ 12 برس کی عمر میں بھی جناب ابو طالب کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا تھا اور راستہ میں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو علامات نبوت سے پہچان کر کہا کہ ان کو واپس مکہ شریف لے جائیں تا کہ حاسدین کے شر سے محفوظ رہیں۔

حرب الفجار:

آپ ﷺ حرب الفجار میں شریک ہوئے مگر اس میں آپ نے کسی قسم کا حصہ نہیں لیا تھا۔ بعض کے نزدیک آپ کی عمر شریف اس وقت 9 برس تھی۔ دوسری جنگ فجار کے وقت

آپ ﷺ 12 سال کے تھے اور تیسری جنگ فجار کے وقت آپ ﷺ کی عمر 20 سال تھی۔

حِلف الفضول:

اس کے بعد ایک معاہدہ پیش آیا جس کو حِلفُ الفُضُولِ کہتے ہیں۔ اس میں آپ ﷺ شریک بھی ہوئے اور اس کی تعریف بھی فرمائی کیونکہ اس میں امن عامہ کا مسئلہ تھا اور احترام انسانیت کے قواعد وضوابط تھے۔

یمن کی طرف سفر:

جب آپ کی عمر 17 سال کی ہوئی تو آپ نے زبیر بن عبدالمطلب اور عباس بن عبد المطلب کے ساتھ ملک یمن کی جانب سفر کیا۔

سیرت حلبیہ میں ہے:

وَ قَدْ اَتَتْ عَلَيْهِ ﷺ بِضْعُ عَشَرَةِ سَنَةً مَعَ عَمِّهِ الزُّبَيْرِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ شَقِيْقِ اَبِيْهِ كَمَا تَقَدَّمَ اِلَى الْيَمَنِ. (سیرت حلبیہ ۱: ۱۱۷)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے تقریبا دس سال کی عمر میں سفر کیا تھا۔ واللّٰہ اعلم

میسرہ کے ساتھ سفر:

نبی کریم ﷺ کی عمر شریف 25 برس کی ہوئی تو حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا کا مال لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام کی طرف تجارتی سفر کیا۔ پھر وہاں سے بڑے منافع کے ساتھ واپس تشریف لائے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا کی شادی:

اس کے دو ماہ بعد حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا سے ان کی خواہش کے مطابق نبی ﷺ نے نکاح کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا نے اپنا تمام مال ومتاع اور زید بن

مارثہ کو بھی نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ظاہری تونگری و مالداری عطا فرمائی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ﴾ [الضحی ۹۳:۸]

اور آپ کو حاجت مند پایا تو غنی فرما دیا۔

عقد نکاح کے وقت نبی ﷺ کی عمر مبارک 25 برس تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی 40 سال۔ آپ 25 سال نبی ﷺ کے سایہ کرم میں رہی ہیں۔

كَانَ عُمُرُ رَسُوْلِ ﷺ حِيْنَ تَزَوَّجَ خَدِيْجَةَ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً وَ كَانَ عُمُرُهَا اِذْ ذَاكَ خَمْسًا وَّ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً وَ قِيْلَ خَمْسًا وَّ عِشْرِيْنَ سَنَةً.

(سیرت ابن کثیر ۱:۲۶۵)

رسول اللہ ﷺ نے جس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس وقت آپ ﷺ کی عمر 25 برس تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی 35 تھی اور یہ بھی کہا گیا کہ 25 برس تھی۔

حافظ شرف الدین لکھتے ہیں:

وَ خَدِيْجَةُ يَوْمَئِذٍ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً. (سیرت نبویۃ ۴۹)

اور حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی عمر شادی کے وقت 40 برس تھی۔

اور زیادہ مشہور بھی یہی ہے۔ جب تک حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا زندہ رہیں نبی ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا تھا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے بہت سے فضائل ہیں جو احادیث کی متعدد کتابوں میں مذکور ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی اولاد:

حضرت ابراہیم ؓ کے سوا باقی ساری اولاد حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کے شکم اطہر سے پیدا ہوئی تھی۔ (سیرت ابن ھشام)

دو صاحبزادے قاسم اور عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمَا اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُنَّ۔ دونوں صاحبزادے قبل اعلان نبوت وفات پا گئے تھے مگر صاحبزادیاں سب زندہ رہیں، اسلام کا زمانہ پایا، اسلام قبول کیا اور نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔

حافظ شرف الدین عبدالمؤمن دمیاطی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمَا نے بیان کیا ہے:

كَانَ اَوَّلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ بِمَكَّةَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ الْقَاسِمِ وَ بِهٖ يُكْنٰى ثُمَّ وُلِدَ لَهٗ زَيْنَبُ ثُمَّ رُقَيَّةُ ثُمَّ فَاطِمَةُ ثُمَّ كُلْثُوْمُ ثُمَّ وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ عَبْدُاللّٰهِ فَسُمِّيَ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ. (سیرت النبویہ ۴۹)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں سب سے چھوٹی حضرت کلثوم ہیں

امام محمد بن مسلم عبیداللہ بن شہاب زہری (المتوفی ۱۲۵) فرماتے ہیں:

وُلِدَتْهُ بَنَاتُهُ الْاَرْبَعُ زَيْنَبُ وَفَاطِمَةُ وَ رُقَيَّةُ وَ اُمُّ كُلْثُوْمِ. (کتاب المغازی: ۴۲)

اور اسی طرح تاریخ یعقوبی میں بھی چار صاحبزادیوں کا ذکر آیا ہے۔ طیب اور طاہر حضرت عبداللہ ہی کو کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے حضرت قاسم ؓ مکہ میں فوت ہوئے۔ پھر ان کے بعد جب حضرت عبداللہ ؓ مکہ شریف میں فوت ہوئے تو عاص بن وائل سہمی نے اس موقع پر کہا کہ (حضرت) محمد (ﷺ) ابتر ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ [الکوثر ۱۰۸:۳]

بیشک آپ کا دشمن ہی (ہر خیر سے محروم) بے نسل ہے۔

ایک تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیم ؓ تھے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اطہر سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے تھے وہ بھی جلد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

تاریخ وفات:

حضرت سیدہ رقیہ متوفیہ 2ھ، حضرت سیدہ زینب متوفیہ 8ھ، حضرت سیدہ ام کلثوم متوفیہ 9ھ اور سیدۃ نساء العلمین حضرت فاطمۃ الزہراء (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ) متوفیہ 3 رمضان المبارک ۱۱ھ۔

تعمیر خانہ کعبہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

[آل عمران ۹۶:۳]

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا (اللہ کی عبادت کے لئے) وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور موجب ہدایت تمام جہانوں کے لئے۔

اور جب رسول ﷺ کی عمر شریف 35 سال کی ہوئی تو قریش نے خانہ کعبہ کو بنانے کا ارادہ کیا انہوں نے یہ خیال کیا کہ اس پر چھت ڈال کر اسے عمدہ طریقہ سے بنائیں۔ نبی ﷺ بھی تعمیر کعبہ میں شریک ہوئے۔ جب خانہ کعبہ کی تعمیر وتجدید مکمل ہو گئی تو پھر حجر اسود کو نصب کرنے کے بارے میں قریش کے سرداروں کے درمیان شدید اختلاف ہو گیا۔ آخر سب لوگ نبی ﷺ کے فیصلہ پر متفق ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک کپڑا

لاؤ۔لوگ فوراً کپڑا لائے۔آپ نے اپنے ہاتھ سے اس چادر میں حجر اسود کو رکھا اور فرمایا تم سب لوگ ہر قبیلے کے اس کپڑے کو اٹھا کر دیوار کے پاس لاؤ۔جب وہ لائے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا۔پھر اس کے اوپر تعمیر جاری ہوگئی۔اس طرح آپ کے فیصلے اور حکمت عملی کی وجہ سے لوگ ایک شدید اختلاف سے بچ گئے۔

صادق وامین:

آپ ﷺ کو نزول وحی سے قبل بھی اہل مکہ صادق وامین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ لوگ اپنی اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھتے تھے۔آپ غرباء ومساکین کی مدد کیا کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں سے دور اور بری رسموں سے نفور رہتے تھے۔آپ نہایت پاکیزہ سیرت واخلاق کے مالک تھے۔ولادت سے لے کر اعلان نبوت تک کی یہ چالیس سالہ زندگی نہایت ہی پاکیزہ تھی۔چنانچہ بعد میں ایک موقع پر نبوت کی صداقت پر بطور دلیل کے اس کو پیش کیا تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿......فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ [یونس ۱۰:۱۶]

تو میں تم میں اس سے پہلے (اپنی) عمر (کا ایک حصہ) گزار چکا ہوں تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

اس آیت میں اظہار نبوت سے قبل کے چالیس سال مراد ہیں۔حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے قیصر روم کے دربار میں نبی ﷺ کے حسب نسب اور پاکیزہ عادات مبارکہ کی شہادت دی تھی حالانکہ ابوسفیان اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کے وہ ارشادات جو حدیث کی معتبر کتب میں موجود ہیں کہ پہلی وحی کے نزول کے بعد تسلی

دیتے ہوئے فرمائے تھے جن سے نبی ﷺ کی اس چالیس سالہ زندگی کی پاکیزگی پر روشنی پڑتی ہے۔

کَرِیْمُ السَّجَایَا جَمِیْلُ الشِّیَمْ
نَبِیُّ الْبَرَایَا شَفِیْعُ الْاُمَمْ

شمائل رسول ﷺ:

آپ ﷺ کا رنگ اجلا اور خوبصورت تھا۔ آنکھیں سیاہ گہری اور قدرے سرخی مائل تھیں۔ رنگ ایسا سفید تھا جو سرخی کی جانب مائل ہو۔ آنکھوں کے بال لمبے تھے۔ دونوں حاجب (ابرو) لمبائی میں اور ان پر باریک بال تھے۔ ناک مبارک لمبی اور منور تھی۔ سامنے والے دانت ایک دوسرے سے جدا تھے۔ چہرہ مبارک کسی قدر گول، پیشانی کشادہ، ریش مبارک بھاری جو سینہ کو ڈھانپ لیتی تھی، سینہ بے کینہ اور شکم مبارک برابر تھے۔ صدر انور کشادہ اور بڑے جوڑ موٹے تھے۔

بازو کلائیاں بھاری، ہاتھ پیروں کی انگلیاں موٹی اور لمبی تھیں۔ جسم پر بال بہت کم تھے۔ سینہ فیض گنجینہ سے ناف مبارک تک بالوں کی ہلکی سی دھاری تھی۔ قد میانہ تھا یعنی نہ بہت لمبے تھے اور نہ پست قد لیکن لمبے قد والا آدمی بھی اگر آپ کے ساتھ چلتا تو دیکھنے والے کو آپ ہی اونچے محسوس ہوتے تھے۔ بال مبارک شکن دار تھے۔ جب تبسم فرماتے تو بجلی کی سی روشنی محسوس ہوتی یا بادلوں کی چمک کے مانند دہن مبارک کھلتا۔

جب کلام فرماتے تو سامنے والے اوپر نیچے کے دندان مبارک سے نور کی شعاؤں کے چشمے پھوٹ نکلتے تھے۔ گردن حسین ترین تھی جو زیادہ لمبی اور بہت چھوٹی نہ تھی۔ آپ زیادہ فربہ نہ تھے۔ چہرہ پر نور بالکل گول نہ تھا۔ جسم پھرتیلا اور کم گوشت تھا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کانوں کی لوتک بال رکھنے والے کسی شخص کو سرخ لکیروں والی چادر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خوبصورت نہیں دیکھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ جب کوئی آپ کی طرف دیکھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ سورج کی شعاعیں چہرہ پر اتر رہی ہیں۔ تبسم فرماتے تو سامنے کے در و دیوار جگمگانے لگتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کسی آدمی نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نور کیا تلوار کی طرح تھا؟ میں نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ شمس و قمر جیسا نورانی اور گولائی کی جانب تھا۔

حضرت ابن ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ (الشفاء اردو)

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اَخِلاَّیَ اِنْ شَطَّ الْحَبِیْبُ وَدَارُہٗ　　وَ عَزَّ تَلاَقِیْهِ وَ نَائَتْ مَنَازِلُهٗ
وَ فَاتَکُمْ اَنْ تَبْصُرُوْا بِعَیْنِکُمْ　　فَمَا فَاتَکُمْ مِنْهُ فَهٰذِیْ شَمَائِلُهٗ

اے میرے دوستو! اگر دوست اور اس کا مکان دور ہو گیا، اس سے ملنا دشوار ہو گیا، اس کی منزلیں بعید ہو گئیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا فوت ہو گیا تو تم سے نہیں فوت ہوئیں اس کی عادتیں تو یہ ہیں۔

باب چہارم

مکی زندگی کا دوسرا دور (اعلان نبوت سے ہجرت تک)

حجر و شجر کا سلام کرنا:

جب رسول اللہ ﷺ 39 برس کے ہوئے تو اللہ نے آپ کے دل میں خلوت میں رہنے کی الفت ڈال دی۔

حَبَّبَ اللّٰهُ اِلَيْهِ الْخَلْوَةَ فَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءِ ثُمَّ كَانَ يَرَى الْاَنْوَارَ وَيَسْمَعُ الْهَوَاتِفَ ثُمَّ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ الْاَحْجَارُ وَالْاَشْجَارُ قَبْلَ مَبْعَثِهٖ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ وَّكَانَ وَحْيُهٗ مَنَامًا وَكَانَ لَا رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلُ فَلَقِ الصُّبْحِ. (حدائق الانوار)

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے لئے خلوت کو محبوب بنا دیا اور آپ غار حراء میں تنہا رہتے تھے۔ پھر وہاں انوار کا مشاہدہ کرتے اور غیبی آوازیں سنتے۔ پتھر اور درخت آپ کو سلام کرتے تھے۔ یہ معاملہ آپ کی بعثت سے چھ ماہ قبل کا ہے اور آپ پر خواب میں وحی ہوتی تھی اور جو بھی آپ وحی دیکھتے تھے وہ صبح کی طرح واضح ہوتی تھی۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب ﷺ آپ رفع حاجت کے لئے نکلتے تو بہت دور چلے جاتے، یہاں تک کہ بستی سے دور ہو جاتے مکہ کی گھاٹیوں اور وادیوں کے اندر پہنچ جاتے جس پتھر اور درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہا کرتا۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں بائیں اور پیچھے توجہ فرماتے۔ درختوں اور پتھروں کے سوا کوئی چیز نہ دیکھتے۔ (سیرت ابن ھشام)

یعنی وہ باتیں ظاہر ہونے لگیں جو نبوت و رسالت کے اعلان و اظہار کی علامتیں تھیں

وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟

وحی اور پیغام خداوندی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی۔ آپ ﷺ خواب میں جو دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح واضح ہو جاتا۔

ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ سچے خوابوں کو صبح کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح صبح صادق کی روشنی طلوع آفتاب کا دیباچہ ہے اسی طرح رؤیا صالحہ آفتاب نبوت ورسالت کا دیباچہ اور پیش خیمہ تھا اور یہ سچے خوابوں کا سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا ان خوابوں کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر فرشتہ اچانک پیغام رسالت لے کر آتا تو بظاہر بشری قوت اس کی متحمل نہ ہوسکتی تھی اس لئے مقدمات نبوت سے ابتداء ہوئی۔ (سیرت مصطفی ۱:۱۳۰)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا فرماتے ہیں:

رُؤۡیَا الۡاَنۡبِیَاءِ عَلَیۡہِمُ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ وَحۡیٌ۔ (عمدۃ القاری ۱:۵۳)

انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں قربانی دینے کا حکم ملا تھا اور حضرت سیدنا محمد ﷺ نے واقعہ صلح حدیبیہ سے پہلے بھی خواب دیکھا تھا۔

غار حراء میں عبادت پسندی

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا فرماتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ کو تنہا رہنا پسند ہوا۔ آپ کو تنہائی کا شائق بنا دیا گیا اور آپ غار حراء میں تنہا رہنے لگے۔ آپ گھر والوں کی طرف لوٹنے سے قبل متعدد راتیں عبادت کرتے تھے اور خلوت وعبادت کے لئے خرچ لے جاتے۔ جب وہ کھانے کی چیزیں ختم ہو جاتی تو آپ پھر حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا کے پاس آتے۔

ئندہ کے لئے پھر حسب ضرورت کھانا لے جاتے یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آ گیا۔
یعنی حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آ گئے) اور اس وقت آپ اسی غار میں تھے۔

غار حراء میں مدت قیام:

صحیحین میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حراء میں ایک ماہ تک معتکف رہا۔
ہ مہینہ رمضان کا تھا۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وخلوت یک ماہ بود یا ماہ رمضان بود۔ (اشعة اللمعات ٤:٦٠٥)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے قبل بھی عارف باللہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات
و مانتے اور جانتے تھے۔ مختار اور حق بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین ابراہیمی پر تھے اور اسی
ریقہ کے مطابق غار حراء میں عبادت کرتے تھے۔ (اشعة اللمعات ٤:)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اِنَّهٗ كَانَ يَتَعَبَّدُ بِشَرِيْعَةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. (عمدة القاری ١:٦١)

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عبادت کیا کرتے تھے۔

پہلی وحی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول غار حراء میں محو ذکر وفکر تھے کہ آپ کے پاس اچانک فرشتہ
یا اور ایک ریشمی کپڑا لایا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس نے کہا: پڑھو! میں
نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں حتی کہ فرشتے نے مجھے پکڑا اور اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا۔ خود
بس بڑی مشقت اٹھانی پڑی پھر چھوڑ دیا۔ دوسری بار کہا: اِقْـرَأ (پڑھو)۔ میں نے کہا: میں
ہیں پڑھتا۔ فرشتہ نے پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور

تیسری بار کہا: پڑھو! میں نے پھر وہی جواب دیا: مَا اَنَا بِقَارِئٍ میں نہیں پڑھنے والا۔ فرشتے نے تیسری بار پھر مجھے دبایا اور کہا: اپنے رب کے نام سے پڑھو۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ۱: ۱۷۰-۱۶۹)

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۞ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۞﴾ [العلق ۹۶: ۱ تا ۵]

(اے محبوب) پڑھیئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ خون بستہ سے انسان کو بنایا۔ آپ پڑھیں اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے۔ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو (وہ) نہ جانتا تھا۔

پڑھنے سے انکار کی وجہ کیا تھی؟

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے تین مرتبہ اِقْرَاْ کہا: مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار مَا اَنَا بِقَارِئٍ فرماتے رہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے تین بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ بھی فرمایا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ پڑھنے کی طرف مبذول ہو مگر تینوں بار پڑھنے سے انکار کیا اور توجہ نہ فرمائی اس کی کیا وجہ تھی؟ حالانکہ بعض روایات کے مطابق یہ آیات کریمہ لکھی ہوئیں تھیں۔ تو اس کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں مگر صرف ایک ہی وجہ درست معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر حق سے لطف اندوز ہو رہے تھے، جمال حقیقی کے مشاہدہ میں مستغرق تھے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کوئی اور بات سننا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ اسی لئے جبریل امین علیہ السلام کے تین بار کہنے سے بھی اس طرف متوجہ نہیں ہوئے مگر جب حضرت جبریل امین علیہ السلام نے کہا کہ اپنے رب کے نام سے پڑھو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا شروع کر دیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

سورہ فاتحہ کا نزول:

بعض روایات میں ہے کہ اسی موقع پر سورہ فاتحہ بھی نازل ہوئی تھی اور اس کو نماز میں پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ (تفسیر عزیزی)

وضوء و نماز:

اس کے بعد حضرت جبریل امین علیہ السلام نے وضو کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وضو فرمایا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر جبریل امین علیہ السلام اس کے بعد چلے گئے۔ (شرح سفر السعادت ۲۹)

نمازیں کب فرض ہوئیں؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اول چیزے کہ فرض شد از نماز دو رکعت بود پیش از طلوع و پیش از غروب و فرضیت نماز ہائے پنجگانہ در شب معراج شد چنانچہ مشہور ست۔ (شرح سفر السعادت ۲۹)

سب سے اول جو چیز فرض ہوئی وہ دو رکعت نماز فجر اور عصر تھی۔ نماز پنجگانہ کی فرضیت شب معراج میں ہوئی ہے جیسا کہ مشہور ہے۔

اس کے علاوہ قیام اللیل کا حکم بھی ابتدائی دور میں دیا گیا تھا۔ اگر چہ بعد میں تخفیف و اختیار کی اجازت دی گئی تھی جیسے سورہ مزمل شریف میں ہے۔ پھر معراج کے موقع پر جب نمازیں فرض ہوئیں تو ظہر و عصر و عشاء کی دو دو رکعتیں فرض ہوئیں تھیں مگر ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں نمازوں میں اضافہ ہوا۔ ظہر، عصر اور عشاء کی چار چار رکعتیں مقرر ہوئیں تھیں۔ نزول وحی کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم حق تعالیٰ دو مرتبہ کعبہ شریف کے پاس نماز پڑھائی۔ پہلے دن ہر نماز اول وقت میں اور دوسرے دن کچھ تاخیر کر کے پڑھائی۔ اس

طرح نمازوں کے اوقات کی بھی تعلیم دے دی گئی۔ خیال رہے کہ امامت جبریل کا واقعہ معراج کے بعد پیش آیا تھا مگر سیرت ابن ہشام نے یہاں ہی ذکر کیا ہے اور ذکر معراج کے بعد نہیں کیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

غار حراء سے واپسی:

پھر نبی اکرم ﷺ نازل شدہ آیات لے کر واپس گھر تشریف لائے۔ قلب مبارک مضطرب تھا۔ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا سے فرمایا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ آپ ﷺ کو کمبل اوڑھا دیا گیا یہاں تک کہ وہ کیفیت واضطراب دور ہو گیا۔ پھر نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا سے غار حراء کا تمام ماجرا بیان کر کے فرمایا کہ مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا۔

قول ثقیل:

وہ الفاظ حدیث یہ ہیں: لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ.

بلاشبہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔

اس جملہ میں وحی کی شدت و تکلیف کو بیان فرمایا گیا اور مقصود اس سے یہ بار نبوت ورسالت کی عظیم ترین ذمہ داریوں کو بیان کرنا ہے۔ نیز وحی کا ثقیل ہونا تو خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۝﴾ [المزمل ۷۳:۵]

بیشک ہم عنقریب آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ط......﴾

[الحشر ۵۹:۲۱]

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب) ضرور تو اسے (اللہ کے لئے) جھکتا ہوا اللہ کے خوف سے پھٹا ہوا دیکھتا۔

پھر حق تعالیٰ نے اس قول ثقیل یعنی وحی کو آسان فرما دیا تھا۔

﴿ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِىٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ ﴾[الم نشرح ۹۴:۳-۲]

اور آپ سے آپ (کی امت کے غم) کا وہ بوجھ اتار لیا۔ جس نے آپ کی پشت (مبارک) کو گراں بار کر رکھا تھا۔

اور یہ نبوت کے فرائض کو پورا کرنے کا احساس تھا جس کی فکر لاحق ہوئی۔ بہر حال اس جملہ حدیث میں وحی کی تکلیف وشدت اور عظیم تر ذمہ داریوں کا بیان ہے نہ کہ آپ کو اپنی نبوت ورسالت میں کوئی شک وشبہ تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا خوبیاں بیان کرنا:

حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا یہ جملہ (مجھے اپنی جان کا خطرہ ہوا ہے) سن کر فرمانے لگیں: ہرگز نہیں، بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی پریشان وشرمندہ نہیں کرے گا۔ آپ قرابت داروں کا حق ادا کرتے ہیں، بے سہاروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں، مسافروں کی میزبانی کرتے ہیں اور لوگوں کو راہ حق میں آنے والے حوادث پر مدد دیتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا:

پھر حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل (بن اسد بن عبدالعزی) کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ وہ

عربی زبان لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عبرانی زبان میں لکھتے تھے۔ آپ بہت بوڑھے تھے اور آنکھوں کی روشنی بھی جاتی رہی تھی۔ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا نے ورقہ سے فرمایا: اے ابن عم اپنے بھتیجے کا ماجرا سنیئے! ورقہ نے نبی ﷺ سے کہا: اے میرے بھتیجے بتاؤ تم کیا دیکھتے ہو؟ نبی ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرما دیا۔

ورقہ کا جواب اور حسرت کا اظہار:

ورقہ نے کہا یہی وہ ناموس (محرم راز) ہے جس کو خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ اے کاش کہ میں آپ کے زمانہ دعوت میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ رہ سکتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دے گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ نے جواب دیا: ہاں جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اس کو لے کر کوئی آدمی نہیں آیا جس سے لوگوں نے دشمنی نہ کی ہو۔ اگر اس زمانہ میں زندہ رہا تو آپ کی ہر طرح سے ضرور مدد کروں گا۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد ورقہ نے وفات پائی اور وحی آنا بھی رک گئی۔ (الصحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب ۳، حدیث ۳)

خیال رہے کہ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا نبی ﷺ کو اس لئے ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر نہیں گئی تھیں کہ انہیں تصدیق نہیں تھی بلکہ نبی ﷺ کے متعلق دوسروں کی زبان سے ایک مضبوط شہادت مہیا فرمانا چاہتی تھیں کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر کتب سابقہ میں آیا ہے۔

حضرت ورقہ کا اسلام:

سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ بیشک میں نے ورقہ کو جنت میں ریشمی کپڑے پہنے دیکھا اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے میری تصدیق کی تھی۔

(سیرت خاتم النبیین ۱:۳۷٤)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بدانکہ در ایمان ورقہ بآں حضرت خلافے نیست۔(اشعة اللمعات)

جاننا چاہیے کہ ورقہ کے ایمان لانے میں اختلاف نہیں ہے۔

کیونکہ وہ نبی پر ایمان لائے تھے۔البتہ اختلاف اس میں ہے کہ کیا وہ صحابی ہیں یا نہیں؟ بعض نے کہا وہ صحابی نہیں مؤمن ہیں کیونکہ وہ اعلان نبوت سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔

فترۃ الوحی کی مدت:

یعنی سورہ اقراء شریف کی ابتدائی پانچ آیات کے نزول کے بعد وحی رک گئی جس کو فترۃ الوحی کہتے ہیں۔اس کی مدت میں اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں 3 سال۔بعض کہتے ہیں 6 ماہ تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔

شیخ ابوزہرہ مرحوم لکھتے ہیں:

اِنَّمَا الَّذِیْ نَعْتَقِدُ اَنَّ الْمُدَّةَ لَابُدَّ اَنْ تَكُوْنَ فِیْ دائِرَةِ الْاَشْهُرِ وَّلَعَلَّهَا خَمْسَةُ اَشْهُرٍ وَّ بَعْضٌ. (خاتم النبیین)

فترۃ الوحی کی مدت سالوں میں نہیں ہے مہینوں میں دائر ہے اور شاید اس کی مدت 5 ماہ اور کچھ دن ہو۔

بہرحال یہ مدت قلیل تھی یا کثیر مگر سلسلہ وحی منقطع ہونے سے آپ کے قلب منیر کو بے حد صدمہ ہوا۔

دوسری وحی سورہ والضحیٰ:

تب اللہ تعالیٰ نے سورہ وَالضُّحٰی نازل فرمائی۔(السيرة النبوية لابن هشام ١:١٧٤)

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالضُّحٰی ۞ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۞ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۞ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ۞ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ۞ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۞ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۞ وَ وَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ۞ فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ ۞ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ ۞ وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ۞﴾

[الضحی ۹۳:۱ تا ۱۱]

قسم ہے روز روشن کی اور رات کی۔ جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔ نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوش رحمت میں) جگہ دی۔ اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اور اس نے آپ کو حاجت مند پایا غنی کر دیا۔ پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے۔ اور جو مانگنے آئے اس کو مت جھڑکیے۔ اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔

سورۃ والضحیٰ کی خصوصیت:

اس سورۃ مبارکہ کی ترتیب اور انداز بیان بڑا شاندار، دلنشیں اور دلپذیر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

تین وعدے:

اس سورہ مبارکہ کے آغاز میں دن اور رات کی قسم فرمانے کے بعد اپنے نبی ﷺ سے تین وعدے فرمائے تاکہ پیارے نبی ﷺ کو تسلی ہو۔

(1) ہم نے آپ کو نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ہم آپ سے ناراض ہوئے ہیں۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی

یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

(2) آپ کی ہر پچھلی حالت پہلی حالت سے کئی درجہ بہتر ہوگی۔ (یعنی مدنی زندگی مکی زندگی سے، یا آخرت کی زندگی دنیوی زندگی سے)

(3) اور آپ کو آپ کا رب اس قدر عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔ اس میں عطائے عام کا ذکر ہے جو ہر نعمت کو شامل ہے۔

تین احسان:

ان تین وعدوں کے بعد تین احسان ذکر کیے گئے جو تینوں وعدوں کے مقابل ہیں۔

(1) ہم نے آپ کو یتیم پایا پھر جگہ دی۔

(2) آپ کو اپنی محبت میں خودرفتہ پایا پھر منزل مقصود تک پہنچا دیا اور وصل محبوب سے نوازا، یا بذریعہ وحی احکام شریعت کا وسیع علم عطا فرمایا۔

(3) آپ کو حاجت مند پایا تو ظاہری و باطنی دولت سے غنی کر دیا۔

راقم الحروف نے تفسیر سورہ والضحیٰ کی مزید شرح کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

شکر ادا کرنے کا حکم:

پھر حق تعالیٰ نے ان تین احسانوں کے بعد بدلہ میں شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا (1) کسی یتیم کو مت جھڑکنا (2) کسی مانگنے والے پر سختی نہ کرنا (3) اور اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں کا چرچا کرنا۔ کیونکہ منعم حقیقی کا ذکر کرنا منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دو قسمیں، تین وعدے، تین احسان اور تین باتوں کا حکم دیا ہے۔

قَالَ الْفَقِيْهُ الْقَاضِیُ وَفَّقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی: تَضَمَّنَتْ هٰذِهِ السُّوْرَةُ مِنْ كَرَامَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَهُ وَ تَنْوِيْهِهِ بِهٖ وَ تَعْظِيْمِهٖ اِيَّاهُ سِتَّةَ وُجُوْهٍ. (کتاب الشفاء ۱: ۳۰)

حضرت فقیہہ قاضی رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مبارکہ میں چھ طریقوں کے ساتھ نبی مکرم ﷺ کی شان کو ظاہر فرمایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب ہم نے اعلان نبوت سے قبل آپ کو نہیں چھوڑا اور اپنی رحمتوں میں رکھا تو اب اعلان توحید کرنے کے بعد آپ کو کب فراموش کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا وحی کے چند دن نہ آنے سے پریشان نہ ہوں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خیال رہے کہ سورہ وَالضُّحٰی کے نزول میں اور روایتیں بھی ہیں جیسے بخاری شریف میں آیا ہے مگر یہاں سورہ وَالضُّحٰی کا وہ سبب نزول درج کیا گیا ہے جو سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

تیسری وحی:

پہلی وحی یعنی اللہ تعالیٰ کا پہلا پیغام سورہ اِقْرَاْ کی ابتدائی پانچ آیات ہیں اور دوسری وحی بقول صاحب سیرت ابن ہشام سورہ وَالضُّحٰی شریف ہے جو ایک مدت وحی رک جانے کے بعد نازل ہوئی اور تیسری وحی سورہ مدثر کی ابتدائی آیات ہیں۔ مگر بعض کے نزدیک یہ دوسری وحی ہے۔ اس کے نزول کے بعد سلسلہ وحی جاری رہا یہاں تک قرآن مجید مکمل نازل ہوا۔ سورہ مُدَّثِر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دو۔

ان آیات کے نزول کا واقعہ بخاری شریف کتاب الوحی میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران گفتگو فرمایا کہ جب میں چلا جا رہا تھا اچانک ایک آواز آسمان کی طرف سے آتی سنی۔ میں نے فوراً نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی

فرشتہ جو میرے پاس غار حراء میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان معلق کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس میں اس سے مرعوب ہو کر پلٹ آیا اور مکان میں پہنچ کر میں نے اہل خانہ سے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھے کپڑا اوڑھاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿ يَآ أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۞ قُمْ فَأَنْذِرْ ۞ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۞ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۞ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۞ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۞ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۞ ﴾[المدثر ٧٤: ١ تا ٧]

اے چادر اوڑھنے والے (محبوب)۔ اٹھیے پھر (لوگوں کو اللہ کا) خوف دلایئے۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔ اور (حسب سابق) اپنے کپڑے پاک رکھیئے۔ اور (پہلے کی طرح) بتوں کو چھوڑے رہیئے۔ اور زیادہ لینے کے لئے کسی پر احسان نہ کیجئے۔ اور اپنے رب کے لئے صبر فرمایئے۔

ان آیات میں سب سے پہلے پیارے لقب سے ندا فرما کر چھ باتوں کا حکم دیا ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہیں۔

تین برس تک خفیہ دعوتِ اسلام:

اس حکم خداوندی کے نازل ہونے کے بعد خفیہ طور پر دعوت اسلام کا آغاز ہو گیا۔ اس خفیہ دعوت اسلام کا سلسلہ تین برس تک جاری رہا۔ پہلے تو انفرادی طور پر دعوتیں دی جاتی رہیں۔ پھر تعلیم اسلام اور دعوت توحید اجتماعی طور پر شروع کی گئی۔ اس 3 سالہ دور میں ابتدائی اڑھائی سال تک تو لوگ الگ الگ رہتے تھے اور بعد میں حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان کو دینی مرکز بنالیا تھا جن کا گھر کوہ صفا کے قریب تھا۔

پہلی درسگاہ:

ہمارے آقا ﷺ کی یہ پہلی درسگاہ تھی۔ اس تین سالہ مدت میں جو طلبا اس درسگاہ محمدی سے فارغ ہوئے ان کی تعداد تقریباً 134 تک پہنچ گئی تھی۔ (سیرت ابن هشام)

طلباء اسلام کی یہ جماعت کسی خاص قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتی تھی بلکہ اسلام قبول کرنے والے یہ لوگ مختلف خاندانوں اور قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے اور یہ سب ہم عمر بھی نہیں تھے بلکہ مختلف عمروں کے تھے۔ ان میں جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی، ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی، آزاد بھی تھے اور غلام بھی۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت سیدہ خدیجہ کبریٰ اور حضرت زید ﷺ پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ یہ کس قدر خوش نصیب تھے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا درجہ حاصل کیا اور ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾[التوبہ ۹:۱۰۰] کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ اس خفیہ تبلیغ کرنے سے ایک تو جماعت بن گی جو اسلام لا چکی تھی۔ دوسرا اب ہر گھر، ہر گاؤں اور ہر شہر میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ زیادہ تر دعوت اسلام کے موضوع توحید، رسالت، قیامت اور رد شرک ہوا کرتے تھے۔ اور یہ خفیہ تبلیغ کسی خوف کی بنا پر نہیں تھی بلکہ کئی حکمتوں پر مبنی تھی۔

نبوت کے چوتھے سال کے واقعات:

تین سال خفیہ تبلیغ کرنے سے جب مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو چکی اور اسلام پھیلنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو علانیہ دعوت حق دینے کا حکم دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الحجر ۱۵:۹۴]

تو آپ علانیہ فرمادیں جس بات کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اور مشرکین سے منہ پھیر لیجئے

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۞ ﴾ [فصلت ۴۱:۳۳]

اور اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ بیشک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

قرابت داروں کو تبلیغ.

جب علانیہ تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا تو فرمان خداوندی کے مطابق مراتب کے لحاظ سے علانیہ تبلیغ کا کام شروع کر دیا اور یہ نبوت کا چوتھا سال تھا چنانچہ قریبی رشتہ داروں سے تبلیغ شروع کی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۞ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ ﴾ [الشعرآء ۲۱۵]

اور (اے محبوب) آپ اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈرائیے۔ اور اپنے (رحم و کرم کے) بازو ان لوگوں کے لئے جھکا دیجئے جنہوں نے آپ کی پیروی کی مسلمانوں میں سے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں علانیہ خدا کا خوف دلایا۔

خطبہء کوہ صفا:

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت مذکور نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حکم کی تعمیل کے لئے فوراً نکل پڑے اور کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کے قبائل کو پکارنا

شروع کیا: اے فہر کی اولاد! اے عدی کی اولاد! اس طرح آپ نے قریش کے تمام قبائل اور شاخوں کو نام بنام پکارا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی آواز پر قریش کے تمام قبائل اور گروہ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ جو شخص کسی عذر اور مجبوری کی وجہ سے خود اس جگہ نہیں پہنچ سکا تو اس نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ محمد (ﷺ) نے سب کو کیوں بلایا ہے کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیج دیا۔ غرضیکہ جب سب اہل قریش اور حضور ﷺ کا چچا ابولہب بھی آ گیا تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ (جنگجو) سواروں کا ایک دستہ اس پہاڑ کی اوٹ سے برآمد ہوا ہے اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ سواروں کا ایک دستہ مکہ شریف کے جنگل سے نمودار ہوا ہے اور قتل و غارتگری کے لئے رات کے کسی حصہ میں تم لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑے گا تو بتاؤ کہ کیا تم لوگ میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں ضرور سچ مانیں گے کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: سنو میں تم لوگوں کو اس عذاب شدید سے ڈراتا ہوں جو دنیا و آخرت میں تمہارے سامنے پیش آنے والا ہے۔ یہ سننا تھا کہ ابولہب بول اٹھا اور کہنے لگا تیرے لئے ہلاکت و نقصان ہو، کیا تم نے سارا دن ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

سورہ لہب کا نزول:

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ﴾ [اللهب ۱۱۱:۱]

ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہو جائے۔

فَالْمَعْنٰی خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ اَلْاَوَّلُ دُعَاءٌ وَالثَّانِیُّ اِخْبَارٌ.

(المرقاۃ ۱۱:۱۱۷)

سو آیت کا معنی ہے کہ ابولہب نے دنیا و آخرت میں نقصان اٹھایا ہے یا پہلی آیت دعا ہے اور دوسری خبر کہ یہ آئندہ ہلاک ہوگا۔

دراصل یہ پوری سورت ہی اس کی اور اس کی بیوی کی مذمت میں نازل ہوئی ہے جس میں ان دونوں کی عداوت اور دشمنی کا ذکر کیا گیا ہے اور ہلاکت کی خبر دی گئی ہے۔

اسلام و کفر کی جنگ میں تیزی:

اس علانیہ دعوت کے بعد اسلام و کفر، حق و باطل اور نیکی اور بدی کی جنگ جاری ہوگئی۔ ادھر نبی ﷺ کے تبلیغی مشن میں دن بدن تیزی ہوئی ادھر داعی حق اور دعوت اسلام قبول کرنے والوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کردیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے کفرستانوں کے محلات میں زلزلہ آ گیا تھا۔

یَآ اَیُّھَاالنَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ تُفْلِحُوْا۔ (مسند احمد ٥:٤٣٤ حدیث ٢٣٢١٣)

اے لوگو تم کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

جیسے جیسے اسلام کی شمع تیز ہوتی جارہی ہے تو کفار بھی مسلمانوں کو آئے دن طرح طرح سے تکلیفیں دے رہے ہیں۔ مگر نبی ﷺ ان تمام تکلیفوں اور ایذاؤں کے باوجود دعوت حق کو تمام قبائل تک پہنچاتے رہے۔

سورہ نون کی آیات کا نزول:

چونکہ ولید بن مغیرہ سب سے بڑا گستاخ رسول تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کی مذمت میں سورہ نون کی ابتدائی آیات کریمہ نازل فرمائیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام عیبوں کو ظاہر فرمایا۔

نبوت کے پانچویں سال کے واقعات

مسلمانوں کی حبشہ کی طرف پہلی ہجرت:

دین اسلام کی خاطر جان و مال اور زر کی قربانی کے ساتھ وطن بھی قربان کرنا پڑتا ہے اور وطن کو چھوڑنا اور ہجرت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً...... ﴾

[نساء ٤: ١٠٠]

اور جو شخص ہجرت کرے گا اللہ کی راہ میں پائے گا زمین میں پناہ کے لیے بہت جگہ اور کشادہ روزی۔

﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴾[العنکبوت ٢٩: ٥٦]

اے میرے بندو جو ایمان لا چکے ہو بیشک میری زمین بڑی کشادہ ہے سو صرف میری عبادت کرو۔

کفار نے جب طرح طرح کی بے حد تکلیفیں دینی شروع کر دیں تو نبی ﷺ نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس ملک کا عیسائی نجاشی بادشاہ بڑا رحم دل تھا۔

مہاجرین حبشہ کی تعداد:

چنانچہ اسی حکم کے مطابق 11 مردوں اور 5 عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بھی تھیں یعنی بنت رسول اللہ ﷺ۔ یہ نفوس قدسیہ ایک تجارتی جہاز کے ذریعے بآسانی حبشہ پہنچ گئے اور تقریباً 3 ماہ تک وہاں امن و امان اور عافیت کے ساتھ رہے۔ ماہ شوال میں ان کو یہ غلط خبر ملی

کہ اہل مکہ سب ایمان لائے ہیں۔لہذا ان میں سے اکثر واپس مکہ معظمہ آگئے۔بعض کے
نزدیک 10 مرد اور 4 عورتیں تھیں اور ان سب کے امیر عثمان بن مظعون ؓ تھے۔

(السيرة النبوية لابن هشام ١:٢٣٨)

نیز بعض روایات میں ہے کہ حضرت جعفر طیار ؓ بھی مہاجرین کے ساتھ تھے۔
زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ دوبارہ ہجرت کرنیوالوں کے ساتھ تھے۔

نبوت کے چھٹے سال کے واقعات

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت:

اور جب دیکھا کہ مکہ میں تو مسلمانوں پر اسی طرح ظلم ہو رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے دوسری مرتبہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا چنانچہ نبوت کے چھٹے سال واپس آنے والے جو مہاجرین تھے انہوں نے دوسری بار ہجرت کی۔ان کی مجموعی تعداد تقریباً 86 مرد اور 17 عورتیں تھی اور بعض روایات کے مطابق ان مہاجرین کی تعداد 103 تھی اور ان کے سردار اور امیر حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ تھے جنہوں نے دربار نجاشی میں ایک زوردار اور بصیرت افروز تقریر کی اور سورہ مریم شریف پڑھ کر سنائی۔نجاشی اور سب درباری یہ سن کو بڑے متاثر ہوئے۔دوبارہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان غنی اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا بھی تھیں۔

مہاجرین حبشہ کی واپسی:

جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی تو حبشہ کے مہاجرین میں سے بعض حضرات فوراً واپس مدینہ آگئے تھے اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور دیگر بعض مہاجرین وہیں رہ گئے تھے۔پھر بعد میں وہ فتح خیبر کے موقع پر مدینہ منورہ واپس آئے تھے

جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانقہ فرمایا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا میں نہیں بتا سکتا کہ فتح خیبر سے مجھے آج زیادہ خوشی ہے یا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آنے سے۔

حبشہ کا نجاشی ایمان لایا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی۔

تیسیر القاری شرح بخاری ، کتاب المناقب ۳: ۵۲۳

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا:

نبوت کے اسی چھٹے سال حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور آپ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑی قوت حاصل ہوئی اور کفار کو مایوسی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا:

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے تین دن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ دار ارقم بن ابی ارقم میں جا کر ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور اسلام کا ایک نیا دور شروع ہوگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا:

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی تھی:

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ فَاَصْبَحَ فَغَدَا عُمَرُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَسْلَمَ.

الترمذی ، ابواب المناقب ، ۳۹۳۰

مسند احمد ۲: ۱۲۹ حدیث ۵۶۹۸

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ

اسلام کو عزت دے ابوجہل بن ہشام سے یا عمر بن خطاب سے۔ جب حضرت عمر نے صبح کی تو نبی ﷺ کے پاس گئے اور اسلام لائے پھر مسجد میں ظاہر نماز پڑھی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے خصوصی دعا کی گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر کو نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے ارادہ سے مکہ سے چل پڑے تو جب برک الغماد تک پہنچے تو اِبنُ الدَّغُنَہ نے دیکھا کہ یہ ابوبکر صدیق ہیں۔ دریافت کرنے پر فرمایا میں حبشہ کی طرف جا رہا ہوں۔ ابن الدغنہ اپنے ہمراہ واپس مکہ شریف لایا اور چند دن پناہ دی مگر آخر اس نے جواب دے دیا کیونکہ آپ بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے اور روتے تھے تو کفار اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے تیرے امان کی ضرورت نہیں ہے میں اللہ کی امان اور پناہ میں رہوں گا۔ چنانچہ آپ نے گھر میں مسجد بنائی اور وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے یہاں تک مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ملا۔

جناب ابوطالب کی حمایت:

قبیلہ بنی ہاشم کے سردار اعلیٰ جناب ابوطالب تھے۔ کفار مکہ نے جب دیکھا کہ ایمان سے روکنے کے باوجود اسلام دن بدن پھیلتا جا رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ کفار نے باصرار یہ مطالبہ کیا کہ اے ابو طالب یا تو محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالہ کریں یا ان کی حمایت کرنا ترک کریں یا انہیں ہمارے بتوں کو برا کہنے سے روکیں جناب ابوطالب نے جب ان کی کوئی بات نہ مانی۔ کفار قریش کا مقصد تو دراصل رسول اللہ

ﷺ کو معاذ اللہ شہید کرنا تھا کہ انہی کی وجہ سے اسلام پھیلتا جا رہا تھا اور جناب ابو طالب اور دیگر ہاشمی خاندان کے افراد نبی ﷺ کو بوجہ رشتہ داری کے ہرگز کفار قریش کے حوالہ نہیں کرنا چاہتے تھے اور جناب ابو طالب تو نبی ﷺ کو اپنی جان اور اولاد سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔

نبوت کے ساتویں سال کے واقعات

کفار کا بائیکاٹ

قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے بائیکاٹ کر دیا۔ پھر جناب ابو طالب، نبی ﷺ، بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو لے کر شعب (درہ) میں ٹھہرے جس کو شعب ابی طالب کہتے ہیں۔ آپ تین سال تک اسی درہ میں محصور وقید رہے اور اس مدت میں بھوک پیاس اور دیگر بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ خاندان بنی ہاشم میں سے صرف ابولہب باہر رہا اور مخالفت کرتا رہا۔ قریش نے ان کے ساتھ بیع وشراء اور نکاح کے تمام تعلقات ختم کر دیئے۔ جب معاہدہ کی تحریر میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے سوا سب شرطیں دیمک نے چاٹ ڈالیں اور نبی ﷺ نے خبر دی پھر کفار قریش نے بعض اشخاص کی کوششوں سے آخر اس معاہدہ کو ختم کر دیا اور اس طرح یہ بائیکاٹ ختم ہوا اور محصورین کو نجات ملی۔ اس معاہدہ کا کاتب منصور بن عکرمہ بن عامر تھا۔ بعض اس کا نام بغیض بن عامر بتاتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی دعا سے اس کا ہاتھ بے کار کر دیا۔ خیال رہے کہ بعض نے لکھا ہے کہ دیمک نے اسماء الٰہی چاٹ لئے تھے اور اس میں صرف شرک وظلم اور قطع رحمی پر مشتمل تحریر رہ گئی تھی۔ اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دے دی تھی۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر)

محصوری کے زمانہ میں متعدد واقعات اور معجزات ظاہر ہوئے تھے جنہیں طوالت کے خوف سے نہیں لکھا گیا۔

نبوت کے آٹھویں سال کے واقعات

رومیوں کے فارس پر غالب آنے کی خبر:

کفار کو خبر ملی کہ کفار فارس جو نوشیرواں کی اولاد تھی کفار روم پر جو قیصر کے ماتحت تھے غالب آ گئے ہیں اس پر کفار بے حد خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہا کہ رومی تمہاری طرح اہل کتاب ہیں اور فارس ہماری طرح بے کتاب ہیں جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب آئے اسی طرح ہم تم پر غالب آئیں گے۔ مسلمانوں کو اس بات سے رنج ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ روم کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ دس سال کے اندر اندر رومی دوبارہ فارس پر غالب آئیں گے۔

اہل روم کی فتح:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کو یہ آیات سنائیں تو کفار نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ابی ابن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ شرط لگائی کہ اگر تمہارے بقول نو سال میں روم فارس پر غالب آئے تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گا ورنہ تم سے وصول کروں گا۔ جس دن مسلمانوں کو جنگ بدر میں فتح ہوئی اسی دن یہ اطلاع بھی آئی کہ روم فارس پر غالب آ گئے۔ یہ سن کر مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿...... وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ [الروم ۳۰:٤]

اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابی ابن خلف کے ضامن سے سو اونٹ وصول کر لئے۔

(بذل القوۃ اردو)

ممکن ہے کہ دو طرفہ شرط لگانا جوئے کے حرمت سے پہلے کی بات ہو۔اسی سال اور بقول اس سے پہلے سال اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث ہوئی تھی۔

معجزہ شق القمر:

بعض روایات کے مطابق شق القمر کے عظیم الشان معجزے کا ظہور بھی نبوت کے آٹھویں سال ہوا۔جس کا بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ والوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا حتی کہ انہوں نے حراء پہاڑ کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا اور یہ معجزہ مقام منی میں پیش آیا تھا۔مگر وہ یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [القمر ٥٤:١]

قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

یہ شق قمر کا معجزہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔

نبوت کے نویں سال کے واقعات

عبداللہ بن ثعلبہ کی پیدائش:

اس سال عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر العذری کی ولادت ہوئی جو بنی زہرہ کے حلیف تھے۔بعض کا قول ہے کہ ان کی ولادت آٹھ نبوت میں ہوئی ہے اور بعض کہتے ہیں ہجرت کے بعد ہوئی ہے۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

نبوت کے دسویں سال کے واقعات

مذاق اُڑانے والے:

اعلان توحید ورسالت کے بعد تمام کفار حضور ﷺ اور اہل اسلام کا مذاق اڑاتے اور سخت دشمنی کرتے تھے مگر ان گستاخوں اور بے ادبوں کا ایک خاص گروہ تھا جو بڑی دل آزار باتیں کرتا تھا۔ ان کی تعداد بقول بعض 19 اور بقول بعض 20 بیان کی جاتی ہے۔ ان میں ابو لہب، ابو جہل، عاص بن وائل سہمی، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس اور ان سب کا افسر ولید بن مغیرہ مخزومی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ ۞ الَّذِیۡنَ یَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۚ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ۞ وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّکَ یَضِیۡقُ صَدۡرُکَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ ۞﴾

[النحل ١٦:٩٥،٩٦،٩٧]

بیشک ہم نے آپ کی کفایت فرمائی مذاق اُڑانے والوں (کے شر) سے۔ جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بناتے ہیں تو عنقریب وہ جان لیں گے۔ اور بیشک ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں۔

سوالات ومطالبات:

کفار نے مسلمانوں کو ستانے کے لئے طرح طرح کے مطالبے اور سوالات کئے جن کا ذکر قرآن حکیم کے مختلف مقامات پر آیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں اور غیر مسلم ہاشمی خاندان شعب ابی طالب کے ساتھ باہر آئے تو مسلمانوں کا پھر مزید امتحان ہونے لگا۔ مثلاً نضر بن حارث نے علماء یہود سے دریافت کر کے تین سوال کئے کہ وہ کون لوگ تھے جو گذشتہ زمانہ میں بادشاہ وقت کے خوف سے بھاگے تھے؟ وہ کون آدمی تھا جو دنیا میں گھومتا

پھرا؟اور روح کیا چیز ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ وحی بتایا کہ جو نوجوان بادشاہ کے ڈر سے بھاگے وہ اصحاب کہف تھے، دنیا میں گھومنے والا ذوالقرنین تھا (سورہ کہف) اور روح کے بارے میں فرمایا:

﴿......قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ......﴾ [بنی اسراء یل ۱۷:۸۵]

فرمادیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے۔

اوراسی طرح بے محل شرطیں لگاتے جیسے سورہ بنی اسرائیل وغیرہ میں ذکر کی گئی ہیں۔ اور بے معنی مطالبہ کرتے جن کا ذکر سورہ فرقان میں ہے۔

جناب ابوطالب کا انتقال:

نبوت کے دسویں سال، سیدنا محمد مصطفی ﷺ کی 8 برس کی عمر سے لے کر نبوت کے دسویں سال تک انتہائی مدد اور حمایت کرنے والے جناب ابو طالب انتقال فرما گئے۔ یعنی پورے 41 سال اور مشکل سے مشکل وقت میں نبی مکرم ﷺ کی مدد کی، اس لئے ان کی وفات سے بے حد صدمہ ہوا اور کفار قریش کے لئے جو ایک ظاہری رکاوٹ تھی وہ بھی دور ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے جناب ابو طالب کے لئے یہ تمنا ظاہر کی کہ وہ ایمان لائیں مگر محققین علماء کے نزدیک وہ ایمان نہیں لائے تھے۔لیکن تمام زندگی نبی ﷺ کی حمایت کرتے رہے اور مرتے وقت بھی آپ ﷺ کی مدد کرنے کی ترغیب دی تھی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی وفات:

نبوت کے دسویں سال 10 رمضان کو تین دن کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا بھی 65 سال کی عمر میں وصال ہوگیا۔رسول کریم ﷺ کو بے حد صدمہ ہوا۔

سی لئے نبوت کے دسویں سال کوغم وحزن کا سال کہا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کی شادی:

ماہ شوال میں حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا سے 6 سال کی عمر میں نکاح کیا۔ان کی رخصتی تین سال بعد ماہ شوال کو 9 برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کی ولادت شعب میں اسی سال ہوئی۔

حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا سے شادی:

پھر نبی ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا سے عقد نکاح فرمایا۔یہ نکاح حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا کے عقد نکاح کے بعد ہوا تھا۔

طائف کا تبلیغی سفر:

جب اہل مکہ سے آپ ﷺ مایوس ہوئے کہ اسلام لانے کی بجائے ایذائیں دینے لگے تو آپ ﷺ دعوت اسلام کی خاطر طائف تشریف لئے گئے اور حضرت زید بن حارثہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔اہل طائف کو ایک ماہ تک بعض روایات کے مطابق دس دن تک دعوت اسلام دیتے رہے۔مگر انہوں نے کوئی بات نہ مانی اور معظم مہمان کی تعظیم کرنے کی بجائے بے حد تکلیفیں دیں اور آپ پر پتھر برسائے جس کی وجہ سے پاؤں مبارک لہولہان ہو گئے تھے۔اس کے باوجود آپ ﷺ مایوس نہیں ہوئے۔فرشتے نے کہا کہ کیا ان کو ہلاک کر دیا جائے آپ نے فرمایا کہ نہیں، ممکن ہے آئندہ ان کی نسلیں ایمان لائیں۔لہذا آپ نے ان کے حق میں دعا ضرر کرنے کی بجائے دعا فرمائی کہ اے اللہ میری اس قوم کو ہدایت نصیب فرما کیونکہ یہ مجھے نہیں جانتے۔

اہل طائف کی بدسلوکی:

اس سفر کے کچھ مدت بعد ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ پر جنگ احد سے کوئی دن زیادہ سخت گزرا ہے؟ (کیونکہ اس جنگ میں آپ زخمی ہوئے) آپ نے فرمایا: اے عائشہ میں نے تیری قوم قریش کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں میرا ہی دل جانتا ہے سب سے زیادہ سخت دن مجھ پر عقبہ کا گزرا ہے۔ (عقبہ ایک مقام کا نام ہے جو طائف کی طرف ہے۔ نبوت کے دسویں سال شوال میں آپ وہاں تشریف لے گئے تھے) جس دن میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل کے سامنے پیش کیا (وہ طائف کا رئیس تھا)۔ اس نے میری دعوت اسلام قبول نہ کی میں مغموم ہو کر واپس آرہا تھا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد:

میں قرن ثعالب کے مقام میں پہنچا جب ذرا آرام ہوا تو میں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے تھا اور اس میں جبریل علیہ السلام موجود تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا (رنج دینے والا) جواب سن لیا ہے اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتوں کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ جو چاہیں ان سے کام لے سکتے ہیں۔

فرشتے کا اجازت طلب کرنا:

اتنے میں اس فرشتے نے جس کے متعلق جبریل علیہ السلام نے کہا تھا مجھے سلام کیا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ جو فرمائیں میں کر گزروں گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں مکہ کے دونوں طرف جو پہاڑ ہیں (اخشبین) انہیں ملا

دوں، وہ سب چکنا چور ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا: (نہیں ایسا نہ کرنا) مجھے امید ہے اگر یہ لوگ ہدایت نہ پاسکیں تو ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

البخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم "آمین" والملئکة فی السماء ۳۲۳۱

عداس کا اسلام لانا:

جب آپ ﷺ واپس آئے تو راستہ میں ربیعہ کے دونوں بیٹوں عتبہ اور شیبہ کے پاس سے گزرے۔ وہ اس وقت اپنے باغ میں تھے اور جو معاملہ ثقیف نے کیا اس کو دیکھ لیا۔ دونوں کے دل میں رحم آ گیا اور انہوں نے اپنے غلام عداس کے ہاتھ انگور کا خوشہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ جب آپ نے دست مبارک انگور کے خوشہ میں ڈالا تو بسم اللہ پڑھا۔ عداس نے کہا: اس شہر والے یہ کلام نہیں پڑھتے۔ آپ نے عداس سے پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا میں نصرانی ہوں اور نینوی کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم مرد صالح یونس بن متی کے گاؤں کے رہنے والے ہو۔ عداس نے کہا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا: یونس علیہ السلام میرے بھائی ہیں اور وہ میری مثل نبی ہیں۔ یہ سن کر عداس نے آپ کے دونوں ہاتھوں، سر مبارک اور دونوں پاؤں کو بوسہ دیا اور مسلمان ہو گیا۔ (الانوار المحمدیه ۳۴۔۳۳)

دعا مستضعفین:

اسی راستہ میں آپ نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اَشْكُوْ ضَعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ

عَدُوٍّ بَعِيدٍ يَتَجَهَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی صَدِیقٍ مَلَّکْتَهٗ اَمرِیْ اِنْ لَّمْ تَکُنْ غَضْبَانًا عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ غیر اَنَّ عَافِیَتَکَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِکَ الَّذِیْ اَضَاءَ تْ لَهُ السَّمٰوَاتُ وَ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ یَّنْزِلَ بِیْ غَضَبُکَ، اَوْ یَحِلَّ بِیْ سَخَطُکَ وَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ ۔ (الانوار المحمدية ٣٤)

اے اللہ میں تجھ سے اپنی قوت کی کمزوری اور تدبیر کی بے اثری اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعتی کی شکایت کرتا ہوں، اے زیادہ رحم کرنیوالے تو ہی سب کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے جو میرے ساتھ تندی سے پیش آئے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو کوئی پروا نہیں لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ کشادہ ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہوگئیں اور جس پر دنیا و آخرت کے معاملات درست ہوئے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے یا تیرا عتاب مجھ پر وارد ہو۔ تیری رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے۔ اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت ور نہیں۔

جنوں کا قرآن کریم سننا:

نبی کریم ﷺ کی جب طائف سے مکہ شریف کی طرف واپسی ہوئی تو راستہ میں ایک نخلہ کے مقام پر ٹھہرے۔ وہاں آپ نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ شہر نصیبین کے جنوں کی ایک جماعت نے قران حکیم سنا اور آ کر ایمان لائے۔ اس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ

جنوں کے وفود:

نبی ﷺ کی خدمت میں 6 مرتبہ جنات کے وفد حاضر ہوئے۔ بعض مکہ میں اور بعض مدینہ میں۔ ایک وفد کی تعداد ایک مرتبہ 7 یا 9، ایک مرتبہ 60، ایک مرتبہ 300 اور ایک مرتبہ 12000 تھی۔ (بذل القوۃ)

کیونکہ یہ مختلف اوقات اور مختلف تعداد میں حاضر ہوئے۔

مطعم بن عدی کے پاس قیام:

پھر وہاں سے مکہ شریف واپس تشریف لائے مگر مکہ کے لوگ اسی طرح سخت مخالفت کر رہے تھے۔ لہذا مطعم بن عدی کے پڑوس میں اترے اور وہاں اس کی حمایت میں آپ نے قیام فرمایا۔ مطعم بن عدی نے حسن سلوک کا جو مظاہرہ کیا نبی ﷺ نے اسے یاد رکھا۔ چنانچہ مطعم کے اسی احسان کی بنا پر بدر کے دن اسیران بدر کے متعلق ارشاد فرمایا:

لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰٓؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ

البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۲ حدیث ٤٠٢٤

اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور پھر مجھ سے ان گندوں کے بارے میں کچھ کلام کرتا تو میں اس کی رعایت سے ان سب کو یک لخت چھوڑ دیتا۔

حضرت طفیل بن عمرو دَوسی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا:

اسی عرصہ میں طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ مکہ آئے اور نبی ﷺ کی تبلیغ سن کر اسلام قبول کر لیا۔ یہ بہت بڑے شریف النسب تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرا یہ ارادہ ہے کہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں میرے لئے دعا فرمائیں! تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔

نبوت کے گیارہویں سال کے واقعات

حج کے موقع پر کفار کا ناکام منصوبہ:

کفار مکہ دعوت حق کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ حج کے موقع پر کفار قریش نے آپس میں مشورہ کر کے ایک ناکام منصوبہ یہ تیار کیا کہ اب جو قافلے اطراف سے حج کے لئے مکہ شریف آئیں گے محمد ﷺ ہر جگہ جا کر ان قافلوں کو قرآن پڑھ کر سنائیں گے، لوگ ان کا کلام اور تلاوت سن کر اسلام قبول کریں گے اور ان کے دیدار حق نما سے فیض یاب ہوں گے تو ہم اپنے منصوبہ میں ناکام ہو جائیں گے اور ان کی تبلیغ کو روک نہیں سکیں گے۔ لہٰذا لوگوں میں معاذ اللہ بدگمانی پیدا کی جائے اور ان کا کلام سننے اور ان کے پاس جانے سے نفرت دلا کر روکا جائے۔ چنانچہ سب کفار ولید بن مغیرہ کے گھر جمع ہو گئے کیونکہ وہ ان سب کا بڑا سردار اور سب سے زیادہ دشمن رسول تھا۔ اس کے ساتھ بات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ جو بات بھی تم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہنا چاہتے ہو اس پر متفق ہو کر کہنا ہوگی۔

چنانچہ کفار اپنی اپنی رائے پیش کرنے لگے۔ ایک کافر نے کہا ہم ان کو کاہن کہیں گے۔ ولدین مغیرہ نے اس کا رد کر دیا۔ ایک دوسرے کافر نے کہا: ہم انہیں مجنون و دیوانہ کہیں گے۔ اس کا بھی رد کر دیا۔ ایک تیسرے کافر نے کہا: کہ ہم ان کو شاعر کہیں گے۔ ولید نے اس کی بھی تردید کر دی۔ چوتھے کافر نے کہا: ہم ان کو ساحر (جادوگر) کہیں گے آخر اس بات پر سب نے اتفاق کیا کہ شہر مکہ کی ہر گلی، ہر راستہ اور ہر بازار میں لوگ بیٹھ جائیں جو لوگ مکہ شریف میں داخل ہوں تو ان کو کہنا کہ خبردار رہنا یہاں مکہ میں ایک محمد ساحر ہے (مَعَاذَ اللّٰہ) ان کے پاس مت جانا اور ان کی بات ہرگز نہ سننا کیونکہ وہ ایسا ماہر جادوگر ہے کہ اس نے ہم

کوایک تفرقہ میں ڈال دیا ہے۔

يُفَرِّقُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَاَبِيْهِ وَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ اَخِيْهِ وَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجَتِهٖ وَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ عَشِيْرَتِهٖ. (سیرت ابن هشام)

چنانچہ ایام حج میں کفار نے ایسا ہی کرنا شروع کردیا تو جولوگ نام محمد ﷺ سے ناواقف تھے وہ اب واقف ہونے لگے۔ جن کو آپ کے دعوی نبوت کا علم نہیں تھا ان کو بھی علم ہوگیا۔ نام سنتے ہی دیدار محمد ﷺ کے مشتاق ہو جاتے اور کہتے اس پیارے محمد کو دیکھ تو لیں۔ لہذا جو دیدار کرتا اور کلام سنتا وہ اسلام میں داخل ہو جاتا۔ اس طرح کافروں کا منصوبہ ناکام رہا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شہرت دشمنوں سے کرادی۔ اللہ جب چاہے تو محبوب کی تعریفیں اور تائیدیں منکروں سے کرائے۔ کفار تو چاہتے تھے کہ نور محمدی ﷺ کو بجھادیں مگر جس نور کو اللہ تعالیٰ نے روشن فرمایا ہو اس کو کون بجھا سکتا ہے؟

﴿......وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۞﴾ [الصف ٦١:٨]

اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر کتنا ہی برا منائیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

چراغ راکہ ایزد بر فروزد
کسے کش تف زند ریشش بسوزد

قبائل میں دعوت اسلام:

جب آپ ﷺ اہل مکہ سے مایوس ہوئے تو آپ نے عرب کے دوسرے قبیلوں میں دعوت اسلام دینی شروع کردی۔ حج کے موسم میں سارے ملک کے قبیلے مکہ شریف آتے تھے۔ آپ ﷺ ان قبیلوں اور قافلوں میں جاتے اور انہیں دعوت اسلام دیتے، ایک خدا کی

طرف بلاتے۔ ان میں جو خوش نصیب لوگ ہوتے وہ دولت ایمان سے مالا مال ہو جاتے اور اکثر لوگ انکار کرتے اور مذاق اڑاتے۔ دور جاہلیت میں عرب کے مشہور اور مکہ سے قریب تین بازار تھے۔ عکاظ، مُجَنَّہُ، اور ذوالمجاز۔

عکاظ، نخلہ اور طائف کے درمیان ایک بستی تھی جہاں پہلی ذی قعدہ سے بیس ذی قعدہ تک بازار لگتا تھا۔ اس کے بعد لوگ مُجَنَّہ منتقل ہو جاتے تھے اور وہاں ذی قعدہ کے خاتمے تک بازار لگاتے تھے۔

مُجَنَّہُ مکہ سے نیچے وادی مرظ الظہر ان میں ایک مقام کا نام ہے۔

ذوالمجاز جبل عرفہ یعنی جبل رحمت کے پیچھے ہے۔ وہاں پہلی ذوالحجہ سے آٹھ ذی الحجہ تک بازار لگتا تھا۔ اس کے بعد لوگ مناسک حج ادا کرنے کے لئے فارغ ہو جاتے تھے۔ جن قبائل کو رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی اور اس مقصد کے لئے اپنے آپ کو ان پر پیش کیا کہ وہ آپ کو پناہ دیں اور آپ کی مدد کریں وہ یہ ہیں:

بنوعامر بن معصہ، بنومحارب بن خفصہ، بنوفزارہ، غسان، مرہ، بنوحنیفہ، بنوسلم، بنوعبدس، بنونصر، بنو البکا، کندہ، کلب، بنوالحارث بن کعب عذرہ اور حضارمہ۔

ان میں سے کسی نے بھی آپ کی دعوت اور پیشکش قبول نہ کی۔ لیکن ان کے جوابات اور انداز مختلف تھے۔ کسی نے بہترین جواب دیا، کسی نے آپ کے بعد اپنے لئے ریاست کی شرط لگائی، کسی نے کہا آپ کا خاندان اور قبیلہ آپ کو بہتر جانتا ہے کہ اس نے آپ کی پیروی نہیں کی۔ کسی نے برا جواب دیا۔ ان میں سب سے برا جواب مسیلمہ کذاب کے گروہ بنوحنیفہ کا تھا۔ جس زمانے میں اسلامی دعوت، مکہ کے اندر مشکل ترین مرحلے سے گزر رہی تھی اللہ نے مقدر کر رکھا تھا کہ اسی زمانے میں مکہ سے باہر کے کچھ لوگ ایمان لائیں۔ (تجلیات نبوت)

بیعت عقبہ اُولیٰ:

اسی نبوت کے گیارہویں سال مدینہ شریف سے 6 آدمیوں نے مقام عقبہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم ﷺ کی بیعت کی۔ (اس کا نام بیعت عقبہ اُولیٰ بھی ہے) یہ حضرات اسلام کی شمع لے کر مدینہ شریف واپس چلے گئے۔

مدینہ میں اسلام:

انہوں نے مدینہ شہر جا کر نبی ﷺ کی بیعت کا ذکر کیا تو ان کی وجہ سے ہر گھر میں آپ ﷺ کا چرچا ہونے لگا۔ کوئی ایسا گھر نہیں تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ ہو۔

......فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَنَشَأَ الْاِسْلَامُ فِيْهَا ، حَتّٰى لَمْ تَبْقَ دَارٌ اِلَّا دَخَلَهَا. (مختصر سيرة الرسول ، ١٠٨)

اوران بیعت کرنے والوں کی تعداد چھ یا سات تھی۔ اس طرح مکہ سے باہر ایمان واسلام کی روشنی پھیلنے لگی۔

نبوت کے بارہویں سال کے واقعات

اسراء ومعراج:

نبوت کے بارہویں سال کے واقعات میں سے ایک عظیم الشان واقعہ اسراء ومعراج کا ہے جو نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ واقعہ معراج واسراء نبوت کے کس سال ہوا تھا اس میں متعدد اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ واقعہ نبوت کے دسویں سال طائف کے سفر سے واپسی پر پیش آیا۔ علامہ ابن کثیر نے واقعہ معراج کا ذکر جناب ابو

طالب کی وفات سے قبل کیا ہے۔مگر سب سے زیادہ مشہور یہی ہے کہ نبوت کے بارہویں سال ماہ رجب کی 27 تاریخ کو اسراء ومعراج شریف ہوئی ہے۔اس عظیم الشان معجزہ معراج کا ذکر قرآن کریم کی سورہ اسراء کی ابتداء اور سورہ نجم میں آیا ہے۔نیز متعدد حدیثوں میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔اسی موقع پر نماز پنجگانہ فرض ہوئی تھیں۔

بیعت عقبہ ثانیہ:

اسی سال مدینہ شریف سے 12 آدمیوں نے آکر اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کی بیعت کی۔اس بیعت کو بیعت عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے۔جب 12 مرد واپس مدینہ شریف جانے لگے تو دولت ایمان لے کر گئے اور ان کے ساتھ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم وامام بنا کر بھیجا تاکہ وہ اہل (مدینہ) کو اسلام کی دعوت اور تعلیم دیں۔ان کے ساتھ عمرو بن ام مکتوم بھی تھے۔

فَلَمَّا انْصَرَفُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعَثَ مَعَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَمْرَو بْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّ مُصْعَبَ بْنِ عُمَيْرٍ يُعَلِّمَانِ مَنْ اَسْلَمَ مِنْهُمُ الْقُرْآنَ وَ يَدْعُوْنَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. (الانوار المحمدیہ)

پھر جب یہ مدینہ کی طرف گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ عمرو بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو بھیجا تاکہ وہ دونوں ان کو قرآن کریم کی تعلیم دیں جو اسلام لا چکے ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔

یہ دونوں ابوامامہ اسعد بن زرارہ کے پاس اترے۔حضرت مصعب بن عمیر ان کی امامت کرتے تھے۔ان دونوں کی تبلیغ پر خلق کثیر نے اسلام قبول کیا۔پھر آئندہ سال موسم حج میں حضرت مصعب بن عمیر مکہ شریف واپس آئے اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری دی۔ان کے ساتھ بہت سے وہ مرد اور عورتیں تھیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔بعض نے 75

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لکھے ہیں۔

نبوت کے تیرہویں سال کے واقعات

بیعت ثالثہ:

اسی سال تیسری بار مدینہ منورہ سے 72 یا 73 مردوں اور 2 عورتوں نے مکہ شریف آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور دولت ایمان سے اپنے سینوں کو منور کیا۔ اس بیعت کو بیعت ثالثہ اخیرہ کہتے ہیں۔ یہ بیعت، نبوت کے تیرہویں سال ہوئی تھی۔ (سیرت رسول عربی)

یعنی نبوت کے 11، 12 اور 13 سال مدینہ شریف سے مکہ شریف حج کے موقع پر جو حضرات آ کر اسلام قبول کرتے رہے انہیں کی وجہ سے مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا اور ہجرت کے لئے راستہ آسان ہو گیا تھا۔

انتخاب نقباء:

جب یہ افراد بیعت کر چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے 12 نقیب منتخب فرمائے تھے اسی طرح میں بھی جبریل علیہ السلام کے اشارہ سے تم میں سے 12 نقیب منتخب کرتا ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نقباء سے فرمایا کہ تم اپنی اپنی قوموں پر کفیل ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے اور میں اہل اسلام پر کفیل ہوں۔ سب نے عرض کیا بہتر۔

انصار مدینہ کی تین بیعتیں:

علماء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار مدینہ کی تین بیعتیں ہوئیں ہیں۔

پہلی بیعت رجب کو نبوت کے گیارہویں سال میں 6 یا 8 آدمی مسلمان ہوئے۔

دوسری بیعت رجب کو نبوت کے بارہویں سال 12 افراد اسلام لائے۔

تیسری بیعت نبوت کے تیرہویں سال ذی الحجہ کو 73 مردوں اور 2 عورتوں نے اسلام قبول کیا۔

یہ عقبات حج رجب میں اس وجہ سے واقع ہوئے کہ کفار میں یہاں (نسی ء) مہینوں کو آگے پیچھے کر دینے کا جاہلی دستور تھا۔ (بذل القوہ اردو)

اسی طرح سبل الہدی میں تین بیعتوں کا ذکر ہے۔ بیعت عقبہ اولیٰ، بیعت عقبہ ثانیہ، اور بیعت عقبہ ثالثہ۔ (سبل الهدی ۳:۱۰۲)

قرآن مجید مکی مدنی:

نبی کریم ﷺ اعلان نبوت کے بعد 13 برس تک مکہ شریف میں قیام پذیر رہے اور شب و روز تبلیغ فرماتے رہے۔ قرآن مجید کی آیات اور سورتیں بارش کے قطرات کی طرح نازل ہوتی رہیں اور پھر ہجرت کے بعد دس سال تک قرآن کریم کا نزول ہوتا رہا۔ لہذا جو سورتیں ہجرت سے قبل مکہ شریف میں نازل ہوئی ہیں وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو سورتیں یا آیتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں ہیں وہ مدنی ہیں۔ اس طرح مقام نزول کے لحاظ سے قرآن کریم مکی و مدنی ہوا۔ نیز قرآن مجید کی 114 سورتیں ہیں جن میں سے 83 سورتیں مکی ہیں اور 31 سورتیں مدنی ہیں۔ مکی سورتوں اور آیتوں کا انداز بیان مدنی سورتوں اور آیتوں سے مختلف ہے

دعوت اسلامیہ کے اہم موضوعات:

نبی کریم ﷺ نے مکی تبلیغی دور میں جو اسلامی دعوت کے بڑے بڑے اہم موضوعات پیش کئے تھے وہ خالص توحید کی دعوت، شرک کی تردید، بتوں کی مذمت، رسالت محمدیہ پر ایمان لانے کی دعوت، الزامات و اعتراضات کے جوابات، آخرت پر ایمان لانے کی دعوت، یوم آخرت کے احوال منازل کا آسان دلائل سے اثبات و بیان، قرآن کریم کے

کلام الٰہی ہونے کا اثبات اور اس پر یقین کامل رکھنے کی تاکیدیں ہیں ۔ ان کے علاوہ خلاقیات کی تعلیم پر بے حد زور دیا گیا تھا۔ ان موضوعات اور ان کے علاوہ وہ مسائل مکی سورتوں اور آیتوں میں بار بار بکثرت بیان ہوئے ہیں جن کا انداز بیان ان سورتوں اور آیتوں کے مطالعہ سے واضح ہے کہ اہل مکہ آخرت کے سخت منکر تھے۔ اس لئے ان کے سامنے آسان ترین دلائل کے ساتھ قیامت کا آنا ثابت کیا گیا۔

اگر چہ دور نبوت میں آپ کے معاصرین ، مشرکین ، منافقین ، یہود و نصاری اور یماندار لوگ تھے مگر ان کے علاوہ دنیا کے دیگر خطوں اور جگہوں میں دیگر مذاہب بھی پائے جاتے تھے اور منکرین باری تعالیٰ بھی مشرکین میں سے تھے۔

مدنی زندگی کے تیسرے دور کی ابتداء ہجرت سے شروع ہوتی ہے اور انتہا وصال شریف پر ہے۔ یہاں ہجرت اور اس کے متعلق مختصر باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ تیسرے مدنی دس سالہ دور کا ذکر آئندہ ہوگا۔

باب پنجم:

ہجرت

ہجرت مدینہ کی حکمت:

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کرنے کا ظاہری سبب تو صرف یہی ہے کہ کفار نے آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو رہنے نہیں دیا مگر اس میں ایک اور خاص حکمت بھی تھی۔ چنانچہ علامہ سید احمد زینی دحلان مکی رَحِمَہُ اللّٰہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ہجرت کرنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی وجہ سے زمانوں، مکانوں اور اشخاص کو بزرگی اور فضیلت حاصل ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کو ان چیزوں سے بزرگی نہیں ملی۔ اور اگر آپ مکہ شریف ہی میں رہتے تو ضرور وہم ہوتا کہ آپ کو جو بزرگی ملی ہے وہ شہر مکہ کی وجہ سے ہے اور مکہ کو حضرت ابراہیم اور اسماعیل عَلَیْھِمَا السَّلام سے فضیلت حاصل ہے۔ لہذا آپ ﷺ کو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ہجرت کی عام اجازت:

پھر اس کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ معظّمہ سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کی عام اجازت عطا فرمائی۔ اس حکم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے برادری، جائداد اور وطن کی پرواہ کیے بغیر مکہ کو چھوڑ کر مدینہ شریف ہجرت فرمائی۔ مجبوروں اور معذوروں کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاج ......﴾

[النساء ٤:٧٥]

اور (مسلمانو) تمہیں کیا ہے کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں حالانکہ بے بس کمزور مردوں عورتوں اور بچوں میں سے وہ ہیں جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف 53 برس کی ہوئی اور نبوت کا تیرہواں سال ختم ہوا تو آپ ﷺ نے حق تعالیٰ کے حکم سے صحابہ کرام ﷺ کو مکہ معظمہ سے عام ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اکثر صحابہ کرام ﷺ اس کے مطابق مکہ معظمہ سے ہجرت کر گئے تھے۔ بعض ملک حبشہ اور بعض مدینہ منورہ کی طرف چلے گئے تھے۔ کفار نے جب دیکھا کہ اب محمد (ﷺ) کے ماننے والے تو مکہ شریف کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اور بعض دوسرے صحابہ کرام ﷺ باقی رہ گئے تھے) لہٰذا اب محمد (ﷺ) تو تنہا رہ گئے ہیں تو سب کفار نے بالاتفاق یہ فیصلہ کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ شہید کر دیا جائے تا کہ کسی دوسری جگہ بھی نہ جا سکیں۔

کفار کا منصوبہ:

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کے اس مکر و فریب اور منصوبے کا ذکر فرماتا ہے:

﴿ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْيُخْرِجُوْكَ ط وَيَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ [الانفال ٨: ٣٠]

اور (یاد کیجئے اے محبوب) جب کافر آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا شہید کر دیں یا جلاوطن کر دیں اور وہ اپنے مکر میں لگے ہوئے تھے اور اللہ

پنی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ بہترین خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

ہجرت کی دعا:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کرنے کی اجازت اس آیت سے ہوئی:

﴿وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۞﴾ [بنی اسراء یل ۱۷:۸۰]

اور عرض کیجئے کہ اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما۔ اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقت سے باہر لا۔ اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔

ہجرت مدینہ طیبہ:

اب مکہ میں رسول کریم ﷺ تنہا رہ گئے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کو آپ نے سردست مکہ میں رہنے کا حکم دیا۔ بعض مسلمانوں کو مشرکین مکہ نے جبراً مکہ میں روک لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا اور رسول کریم ﷺ کا سامان تیار کر رکھا تھا اور مدینہ منورہ جانے کے لئے حکم ربانی کے منتظر تھے۔ ایک رات مشرکوں نے رسول کریم ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا. چند آدمیوں کو دروازے کی اوٹ میں بٹھا دیا تا کہ جونہی آپ نکلیں آپ کو شہید کر دیا جائے۔ جب آپ دروازے سے نکلے تو کسی نے آپ کو نہ دیکھا۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کے سر پر مٹی پھینک دی اور اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے۔

غار ثور کی جانب روانگی:

رسول کریم ﷺ ابوبکرؓ کی رفاقت میں ان کے گھر کی ایک کھڑکی سے رات کے وقت نکلے۔ انہوں نے عبداللہ بن اریقط کو کچھ معاوضہ دے کر رہنمائی کے لئے اپنے ساتھ لے لیا۔ عبداللہ (پہاڑی) راستوں سے خوب آگاہ تھا اور سرزمین مدینہ جانے والوں کی رہنمائی کا بخوبی اہل تھا۔ وہ ابھی تک اپنے مذہب پر قائم تھا تاہم دونوں نے اس پر اعتماد کیا۔ اپنی دونوں اونٹنیاں اس کی تحویل میں دیں اور تین دنوں تک اسے غار ثور تک پہنچنے کا حکم دیا۔ جب غار تک پہنچے تو قریش کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ آپ کدھر جارہے ہیں۔ عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکرؓ کی بکریاں چرا کر رات کو وہاں لے آتے۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ان کا زادراہ غار تک پہنچاتیں۔ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما دن کے وقت مکہ میں جو کچھ سنتے وہ (شام تک) آکر انہیں بتادیتے۔

تاریخ انسانی کا مشکل ترین وقت:

مشرکین مکہ ان کی تلاش میں ثور اور اس کے نواحی مقامات تک آئے۔ یہاں تک کہ غار کے دروازے تک پہنچ گئے۔ عین ان کے پاؤں تلے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ استراحت فرماتے۔ مگر غار کا دروازہ بند تھا انہیں نظر نہ آسکا۔ کہا جاتا ہے:

غیبی امداد:

مکڑی نے جالا تن کر غار کا دروازہ بند کردیا اور دو کبوتروں نے اس کے دروازے پر انڈے دے دیئے۔ مندرجہ ذیل آیت کا مفہوم یہی ہے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي

الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِه لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا...... ﴾ [التوبہ ۹:۴۰]

اگر تم نے رسول کی مدد نہ کی تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں نے رسول اللہ کو بے وطن کیا اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غمگین نہ ہو بیشہ اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے ان کی مدد فرمائی جنہوں نے نہ دیکھا۔

غار ثور میں مدت قیام:

تین دن کے بعد ابن اُرَیْقِط دونوں اونٹنیاں لے آیا اور دونوں ان پر سوار ہو گئے۔ حضرت ابوبکر عامر بن فہیرہ کے پیچھے بیٹھ گئے اور عبداللہ بن اریقط الدیلی ان کے آگے آگے اپنی ناقہ پر سوار ہو گیا قریش نے اعلان کیا کہ جو محمد (ﷺ) اور ابوبکر میں سے کسی ایک کو لے آئے وہ اسے ایک سو اونٹ انعام دیں گے۔ جب قبیلہ مدلج کے پاس سے گزرے تو قبیلہ کے سردار سراقہ بن مالک جعشم نے انہیں دیکھ لیا۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی تلاش میں نکلا۔ جب قریب آیا تو اس نے رسول کریم کی قراءت سنی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اِدھر اُدھر دیکھتے تھے کہ مبادا رسول کریم ﷺ کو تکلیف پہنچ جائے۔ مگر رسول کریم ایسا نہیں کرتے تھے۔ (یعنی دائیں بائیں نہیں دیکھتے تھے)

سراقہ بن مالک کا تعاقب:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! سراقہ بن مالک ہمارے قریب پہنچ گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے دعا فرمائی تو سراقہ کے گھوڑے کی اگلی دونوں ٹانگیں زمین میں

دھنس گئیں۔ وہ کہنے لگا: تمہاری دعا کی وجہ سے ایسا ہوا ہے میرے لئے دعا کیجئے اس کے صلہ میں لوگوں کو تم سے واپس کر دوں گا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے دعا فرمائی تو گھوڑے کے پاؤں نکل آئے۔ سراقہ نے سوال کیا کہ مجھے امان نامہ لکھ دیجئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چمڑے پر امان نامہ لکھ دیا تو وہ لوٹ کر لوگوں سے کہنے لگا کہ ادھر جانے کی کچھ ضرورت نہیں۔

سراقہ کا اسلام:

سراقہ حجۃ الوداع کے بعد مسلمان ہو کر مدینہ آیا اور رسول کریم ﷺ کو امان نامہ دکھایا رسول کریم ﷺ نے حسب وعدہ اسے امان دی اور آپ ﷺ سے اسی بات کی توقع کی جاتی تھی۔

ام معبد کی خوش نصیبی:

اسی سفر میں آپ کا گزر ام معبد کے خیمے پر ہوا تو رسول کریم ﷺ نے وہاں قیلولہ فرمایا۔ ام معبد کا نام عاتکہ بنت خالد تھا۔ (خیال رہے کہ بعض نے ام معبد کا ذکر سراقہ کے ذکر سے پہلے کیا ہے۔)

انصار مدینہ کا انتظار:

انصار کو یہ خبر مل چکی تھی کہ آپ مکہ سے نکل کر عازم مدینہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ ہر روز حرہ کی طرف نکل کر آپ کا انتظار کیا کرتے تھے۔ 13 نبوی 12 ربیع الاول کو بوقت چاشت آپ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ انصار اس روز بھی حسب معمول انتظار کے لئے نکلے تھے مگر دیر ہو جانے کی وجہ سے واپس لوٹ گئے تھے۔ سب سے پہلے آپ پر ایک یہودی کی نظر پڑی۔ وہ اپنے محل کی چھت پر تھا کہ اس نے زور سے پکارا اے بنی قیلہ. (اوس وخزرج کی ایک وادی کا نام قیلہ تھا اس لئے وہ بنو قیلہ کہلاتے ہیں) یہ ہیں وہ جن کے تم منتظر تھے۔ انصار

ہتھیار پہن کر نکلے اور منصب نبوت پر فائز ہونے پر آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا۔

قباء میں نزول رحمت:

سرور کائناتﷺ نے قباء میں کلثوم بن الہدم کے یہاں نزول اجلال فرمایا۔ بعض علماء کے نزدیک آپ نے سعد بن خیثمہ کے یہاں قیام فرمایا۔ مسلمان آتے اور آپ کو سلام کہتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کو ابھی دیکھا بھی نہ تھا۔ بعض یا اکثر اہل اسلام حضرت ابو بکرؓ کو رسول و نبی سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ آپ زیادہ بوڑھے تھے۔ جب گرمی تیز ہوگئی تو ابو بکرؓ ہاتھ میں ایک کپڑا لے کر آپ پر سایہ کرنے لگے تب لوگوں کو پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کون بزرگ ہیں۔

مسجد قبا کا سنگ بنیاد:

سرور کائناتﷺ نے چار روز قباء میں قیام فرمایا۔ بعض علماء کے نزدیک یہ 20 دن کی مدت قیام ہے۔ اس دوران آپﷺ نے مسجد قباء کا سنگ بنیاد رکھا۔ (مدارج ۲:٦٥)

پھر حکم ربانی آنے پر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب نبی کریمﷺ سالم بن عوف کے قبیلہ میں پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے وادی رانون کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ قبیلہ والوں نے یہاں قیام کرنے کی درخواست کی۔

مدینہ میں داخلہ:

آپﷺ نے فرمایا میری ناقہ کو چھوڑ دو جہاں اسے حکم دیا گیا ہے یہ وہاں ٹھہرے گی

رشتہء درگردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ناقہ (اونٹنی قصواء) رواں دواں رہی جہاں سے ناقہ کا گزر ہوتا وہ قیام کی درخواست

کرتے۔ جب اس جگہ پہنچی جہاں آج کل مسجد نبوی ہے تو بیٹھ گئی۔ مگر آپ ﷺ ناقہ سے نہ اترے اور وہ کھڑی ہو کر پھر چلنے لگی۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی خوش بختی:

تھوڑا سا چلنے کے بعد ادھر ادھر دیکھا اور پیچھے مڑ کر پہلی جگہ پر بیٹھ گئی. نبی ﷺ ناقہ سے اترے۔ یہ بنونجار کا محلّہ تھا۔ حضرت ابوایوب نصاری رضی اللہ عنہ ناقہ کا کجاوہ اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ (الفصول ٢٢تا٢٦)

مدینہ کی ہر چیز کا روشن ہونا:

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ منورہ کی ہر چیز اور تمام در و دیوار آپ کے چہرہ انور سے ایسے روشن ہوئے جیسے طلوع آفتاب سے چمک پیدا ہوتی ہے اور جس دن اس عالم دنیا سے تشریف لے گئے ہر جگہ تاریک ہو گئی تھی جیسے غروب آفتاب کے وقت ہو جاتی ہے۔ (جذب القلوب)

اہل مدینہ کا خوشی سے تکبیریں کہنا:

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہجرت بیان کرتے ہیں:

وَخَرَجَ النَّاسُ حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فِي الطَّرِيْقِ وَعَلَى الْبُيُوْتِ النِّسَاءُ وَالْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ يَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ اَكْبَرُ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ جَآءَ مُحَمَّدٌ اللّٰهُ اَكْبَرُ جَآءَ مُحَمَّدٌ اللّٰهُ اَكْبَرُ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَمَّا اَصْبَحَ اِنْطَلَقَ وَذَهَبَ حَيْثُ اُمِرَ. [سیرت ابن کثیر ٢:٢٩٩]

کہ جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے تو مرد گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آ گئے اور

چھتوں پر خواتین، بچے اور خدام نعرے مار رہے تھے۔ اللہ اکبر رسول اللہ تشریف لائے۔ اللہ اکبر محمد مصطفیٰ آئے۔ اللہ اکبر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ پھر آپ چلے جہاں حکم ملا وہاں تشریف لے گئے۔

معلوم ہوا کہ اہل مدینہ نے آپ ﷺ کی آمد سے خوش ہو کر جوش و محبت کے ساتھ نعرے تکبیر لگائے۔

استقبالیہ اشعار:

انصار کی بچیاں اور عورتیں بڑے سرور کے عالم میں یہ استقبالیہ اشعار پڑھتی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ
جِئْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِيْنَةَ مَرْحَبًا يَا خَيْرَ دَاعِ

چودھویں رات کا چاند ہم پر نکل آیا کوہ وداع کی گھاٹیوں سے۔

ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگے۔

اے وہ ذات پاک جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے آپ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔

آپ تشریف لائے اور اپنے وجود سے مدینہ منورہ کو شرف بخشا۔ اے سب سے اچھے دعوت دینے والے خوش آمدید۔

اور جب رسول اللہ ﷺ جناب حضرت ایوب انصاری کے گھر تشریف فرما ہوئے تو بنی نجار کی بچیوں نے خوشی میں یہ شعر بھی پڑھا۔

نَحْنُ جَوَارٌ مِنْ بَنِیْ نَجَّارٍ   یَاحَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارٍ

ہم لڑکیاں ہیں خاندان بنی نجار کی، محمد ﷺ کیا ہی اچھے ہمسائے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ انہوں کہا: ہاں آپ نے فرمایا: میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔

متفرق واقعات

(1) بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا اسلام

مدینہ منورہ کے قریب بریدہ اسلمی اپنے ستر سواروں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کو حصول انعام کی خاطر گرفتار کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ رسول پاک ﷺ نے نام پوچھا۔ اس نے کہا: میرا نام بریدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ مسکرانے لگے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا بریدہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس طرز عمل نے بریدہ پر ایسا اثر کیا کہ بریدہ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

(2) اسلامی جھنڈا

مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے اپنے عمامہ کو پھاڑ کر ایک نیزہ پر لگایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مدینہ میں جھنڈے کے ساتھ داخل ہونا چاہیئے۔

(رحمۃ دوعالم، سیرت رسول عربی)

بعض لکھتے ہیں کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مدینہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے سامنے ایک جھنڈا ہونا چاہیئے۔ آپ ﷺ نے اپنے عمامہ کو اتار کر اور نیزے سے باندھ کر بریدہ کو عطا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ پہلا اسلامی جھنڈا تھا۔

(3) کپڑوں کا ہدیہ

بعض صحابہ کرام بغرض تجارت ملک شام گئے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام ﷡ کا یہ گروہ اتفاق سے ایک منزل پر رسول اللہ ﷺ سے مل گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو صدیق ﷜ کے لئے سفید کپڑے ہدیۃً پیش کئے۔ (جذب القلوب)

(4) مدت سفر

رسول اللہ ﷺ یکم ربیع الاوّل کو رات کے وقت مکہ شریف سے نکل کر غار ثور میں تشریف لے گئے۔ تین شب و روز وہاں رہے۔ 4 ربیع الاوّل کو رات کے آخری حصے میں مدینہ شریف کے لئے روانہ ہوئے اور 12 ربیع الاول دوپہر کے وقت وہاں پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ اس سفر ہجرت کی مدت 12 دن ہے۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ) غار ثور سے نکل کر مدینہ شریف تک مدت سفر 9 دن ہے۔

(5) اسلامی سن ہجری کی ابتدا

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَذٰلِکَ اَوَّلُ التَّارِیْخِ الْاِسْلَامِیِّ کَمَا اتَّفَقَ عَلَیْہِ الصَّحَابَۃُ فِیْ دَوْلَۃِ الْعُمَرِیَّۃِ. (السیرۃ النبویۃ ۲:)

یہ واقعہ تاریخ اسلامی کا آغاز ہے جیسا کہ حضرت عمر ﷜ کی خلافت کے دور میں اس پر صحابہ کرام ﷡ کا اتفاق رائے ہوا۔

حضرت عمر ﷜ کے زمانہ خلافت میں جب ہجری تاریخ کی ابتداء کی گئی تو ہجرت کے روز اور مہینے سے نہیں بلکہ یکم محرم الحرام مطابق 16 جولائی 622 سن عیسوی سے اس کا آغاز کیا گیا تھا۔ کیونکہ اہل عرب قدیم زمانہ سے محرم ہی کو اس سال کا پہلا مہینہ مانتے چلے آ رہے

تھے اس لئے سن ہجری کے تیسرے مہینے ربیع الاول میں ہوئی۔ (سیرت سرور عالم ۲:)

صاحب رحمۃ للعالمین لکھتے ہیں کہ اسلام میں سن ہجری کا استعمال بعد عمر فاروق ﷜ جاری ہوا اور حضرت عثمان غنی ﷜ کے مشورہ سے ماہ محرم الحرام کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ مقرر کیا گیا۔ (رحمۃ اللعٰلمین ۲:)

فتاوی عقود الدریہ میں ہے: تاریخ اسلامی کے وضع کرنے کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عمر ﷜ کی خدمت میں ماہ شعبان کا تحریر کردہ خط آیا اور اس پر سن و تاریخ تحریر نہیں تھی صرف ماہ شعبان کا ہی نام تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خط گزشتہ ماہ شعبان کا ہے یا آنے والے ماہ شعبان کا تحریر شدہ مکتوب ہے۔ مگر اس پر سن و تاریخ تحریر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی پتہ نہ چلا۔ پھر آپ نے اسلامی تاریخ و سن لکھنے کا حکم دیا اور اس فیصلہ پر سب صحابہ کرام ﷢ کا اتفاق ہوا کہ تاریخ اسلامی کی ابتداء واقعہ ہجرت سے کی جائے تو انہوں نے سال کا ماہ اول محرم کو قرار دیا۔

اسلامی تاریخ کا اعتبار رات سے کیا جاتا ہے کیونکہ رات اہل عرب کے نزدیک دن سے سابق مقدم اور اول ہے۔ چونکہ اہل عرب امی تھے نہ تو وہ اچھی طرح لکھنا جانتے تھے اور نہ وہ اپنے سوا دوسری قوموں کے حساب کو پہچانتے تھے تو انہوں نے تاریخ کا تمسک طلوع ہلال سے کیا کیونکہ چاند رات کو ظاہر ہوتا ہے اسی لئے انہوں نے تاریخ کی ابتداء رات سے کی ہے۔ (فتاوی عقود الدریہ ۲: ۳۳۵)

(6) حضرت ابو بکر ﷜ کی نیکی:

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا فرماتی ہیں کہ جب ایک چاندنی رات میں رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں گی؟ فرمایا: ہاں وہ عمر (﷜) ہیں۔ میں بولی کہ

میرے والد جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ تو فرمایا کہ عمر کی ساری نیکیاں ابو بکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی طرح ہیں۔ (مشکوۃ، کتاب المناقب ٦٠٦٨)

یعنی حضرت عمر کی ساری نیکیاں ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں اور اس نیکی سے مراد شب ہجرت کو غار ثور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنا اور اپنی جان کو سرکار پر قربان کرنا ہے۔

(7) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں تین روز رہے اس دوران اہل مکہ کی جو امانتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں ان کو ادا کیا پھر پیدل چل پڑے اور قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے۔ ان کا قیام کلثوم بن ہدم کے مقام پر تھا۔

(8) مدینہ منورہ میں مختلف مذاہب:

مکہ مکرمہ میں صرف ایک قوم کا زور اور حکومت تھی۔ زیادہ تر لوگوں کا مذہب بت پرستی تھا۔ مدینہ منورہ میں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ رہتے تھے۔ وہاں بت پرست بھی تھے اور یہودی بھی۔ عیسائی بھی تھے مگر کم تعداد میں۔ یہودیوں کے کئی قبیلے بنی نضیر، بنی قینقاع، بنی قریظہ جو اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔ تجارت اور سود خوری کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔ (رحمۃ للعٰلمین ١:١١٠)

اوس اور خزرج دونوں انصار کے قبیلے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔ بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں دو مذہبوں کے پیروکار رہتے تھے مشرک اور یہودی۔ مشرکوں کے دو خاندان تھے اوس اور خزرج۔ مکہ سے مدینہ آنے والے مہاجر کہلاتے ہیں۔ مدینہ کے رہنے والے اوس اور خزرج تھے اور بعد میں منافقین کا گروہ بھی ظاہر ہوا۔

مدینہ منورہ کی فضیلت:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ......﴾ [الحشر ۵۹:۹]

اور (ان کے لئے بھی) جولوگ مہاجرین (کے آنے) سے پہلے (ہی) دارالہجرت اوردارالایمان (مدینہ طیبہ) میں مقیم ہو گئے۔

مدینہ منورہ نبی ﷺ کی ہجرت کی بدولت عظمت ورفعت کا مظہر ہوا۔ اولیاء اللہ اور نیک لوگوں کا مرجع وماوی بنا۔ مسلمانوں کا مضبوط قلعہ اور حصن حصین ثابت ہوا اور اقوام عالم کا مرکز ہدایت بنا۔ مدینہ کی فضیلت میں کافی احادیث مروی ہیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَأْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا.

البخاری ، کتاب فضائل المدینة ، باب الایمان یارز الی المدینة ،۱۸۷٦

المسلم ، کتاب الایمان ، باب ٦٥ بیان ان الاسلام بدا غریبا و سیعود غریبا ،۲۳۳

الترمذی ، ابواب الایمان ، ۲۷٦٥

ابن ماجه ، کتاب المناسك ، باب فضل المدینة ، ۳۱۱۱

المشکوة ، کتاب الایمان ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، حدیث ۱٦۰

مسند احمد ، ۲:٦٥۳ حدیث ۱۰٤٥۱

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایمان لاؤ (اسلام) سمٹ کر مدینہ میں اس طرح آجائے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے سوراخ میں چلا آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں ہجرت کا حکم ہوا جو سب بستیوں پر غالب آجائے گی اور مدینہ لوگوں کو گناہوں کی آلائش سے

س طرح پاک کرتا ہے جیسے بھٹی میل اور زنگ دور کر دیتی ہے۔ (السیرة النبویه ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کے لئے وہ جگہ پسند کی جو اسے خود پسند تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی مدینہ محبوب تھا۔ جب مہاجرین کو بخار اور مختلف امراض نے پکڑ لیا تو مدینہ کے لئے ﷺ نے یوں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَ فِيْ مُدِّنَا، وَ صَحِّحْهَا لَنَا ، وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ.

البخاری ، کتاب فضائل المدینة ، باب ١٢ ـ حدیث ، ١٨٨٩

المسلم ، کتاب الحج ، باب ٨٦ ـ حدیث، ٤٨٠

اے اللہ ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محبوب کر دے جیسے مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ تو ہمارے صاع اور ہمارے مد (غلے کے پیمانوں) میں برکت دے اور مدینے کی فضا صحت بخش بنادے، اور اس کا بخار منتقل کر کے جحفہ پہنچا دے۔

اللہ نے آپ کی دعا سن لی۔ مسلمان امراض سے راحت پا گئے اور انہیں مدینہ محبوب ہو گیا۔

مؤلف کی تمنا:

یا اللہ راقم الحروف کو مع اہل وعیال خانہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرما۔ یا اللہ جب آخری وقت آئے تو حرمین میں قبر کی جگہ نصیب فرما۔

اِنَّكَ مُجِيْبُ الدَّعْوَاتِ. اِسْتَجِبْ دُعَانَا يَا رَبَّ الْعَالَمِيْن (آمِيْن).

تمہید:

اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کے نہایت مختصر حالات تحریر کئے گئے ہیں اب اسی طریقہ سے مدنی زندگی کے دس سالہ دور کا ایک خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں صرف اہم واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ تاکہ کتاب کی تکمیل ہو جائے اور میری نجات کا ذریعہ بن جائے۔ سیرت محمد ﷺ یہ ایک ایسا باغ ہے جس میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں طرح طرح کے پھول کھلے ہیں۔ گل چین اپنے ذوق، شوق اور محبت سے جو چاہتا ہے پھول چن لیتا ہے۔ یا ایک ایسا ناپیدا کنار سمندر ہے جس سے حصول رحمت کے لئے کچھ قطرات جمع کئے جاتے ہیں۔ تو یہ بھی ایک قطرہ ہی ہے۔ اس قطرہ کو سمندر بنا دینا اللہ ہی کا کام ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مدنی دور کا ذکر شروع کیا جاتا ہے۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَ بِہٖ اَسْتَعِیْنُ

باب ششم:

مدنی دس سالہ دور

ہجرت کے پہلے سال کے واقعات

مسجد قبا کی تعمیر:

مسجد قبا ہجرت کے پہلے سال تعمیر کی گئی۔ یہ وہ پہلی مسجد ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ تعمیر کیا۔ یہی وہ پہلی مسجد ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی جماعت میں نماز پڑھی اور یہی وہ مبارک مسجد ہے جس کی شان میں بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے۔

﴿......لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ط فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ۞﴾ [التوبہ ۹: ۱۰۸]

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اسلام میں تعمیر مسجد ایک اہم عبادت ہے اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد سب سے اول مسجد قباء کو تعمیر فرمایا۔

مسجدیں کون لوگ آباد کرتے ہیں؟ مسجدیں تعمیر کرنا ایمانداروں کا کام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ...... ﴾ [التوبہ ۹:۱۸]

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کر سکتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔

پہلا جمعہ:

آپ ﷺ جب ہجرت کے بعد قبا سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو راستہ میں بنی سالم بن عوف کے محلہ میں نماز جمعہ کا وقت ہو گیا تو وہیں آپ ﷺ نے نماز جمعہ پڑھائی۔ آپ نے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جو سیرت ابن ہشام وغیرہ میں موجود ہے۔

نماز جمعہ کی اہمیت:

نماز جمعہ اسلام میں فرض ہے اور اس کی بڑی ہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نماز جمعہ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴾ [الجمعہ ۶۲:۹]

اے ایمان والو جب جمعہ کے دن (جمعہ کی) نماز کے لئے اذان دی جائے تو فوراً تیاری کرو اللہ کے ذکر کی طرف اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے اگر تم جانتے ہو۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

اسی سال مسجد نبوی بنائی گئی۔ یہ وہ مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور حصول ثواب کی خاطر اس کی طرف سفر کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ اسی میں رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف بھی ہے۔

صفہ کی تعمیر:

اسی سال مسجد کے پہلو میں ایک سایہ دار جگہ (چھپر) بنائی گئی تا کہ مساکین یہاں رہیں۔ یہ جگہ صفہ کہلاتی تھی۔ اس میں رہنے والوں کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔

مسجد میں چراغ:

حضرت تمیم داری ﷜ نے مسجد نبوی میں چراغ روشن کیا۔ آپ ﷺ نے ان کا نام سراج رکھ دیا۔

حجرات کی تعمیر:

پھر مکان (حجرات) بھی بنوائے گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ۞ ﴾

[الحجرات ٤:٤٩]

(اے حبیب) بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر ناسمجھ ہیں۔

سب سے پہلے حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمَا کے لئے مکان بنائے گئے۔ جب مکان تیار ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ ان میں منتقل ہو گئے۔ سات ماہ تک حضرت ابو ایوب انصاری ﷜ کے گھر قیام پذیر رہے۔ باقی حجرے اور مکان بعد میں حسب ضرورت تعمیر کئے گئے۔ مہاجرین کے مکانات بھی اسی سال بنائے گئے۔

مہاجرین و انصار کا بھائی چارہ:

مہاجرین اور انصار کے درمیان باہم بھائی چارہ قائم کیا۔

اذان کی ابتدا:

نماز پنجگانہ کے لئے اذان کی ابتداء بھی ہجرت کے پہلے سال ہوئی۔

نماز کی رکعتوں میں اضافہ:

سن اوّل ہجری کے واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ نماز ظہر، عصر اور عشاء میں دو دو رکعتوں کا اضافہ کیا گیا۔

عاشورہ کا روزہ:

اسی سال دسویں محرم کا روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی رخصتی:

اسی سال چھ ماہ بعد ماہ شوال میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر مشہور روایت کے مطابق 9 سال تھی۔ آپ کا نکاح مکہ معظمہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی وفات کے بعد حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کے نکاح سے پہلے ہوا تھا۔

بعض مہاجرین کا بیمار ہونا:

اسی سال بعض مہاجرین کو بخار ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت بلال اور حضرت عامر ﷺ بھی بخار میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت ابو بکر ﷺ کو جب بخار نے گھیرا تو آپ اس حالت میں فرمانے لگے:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ہر شخص اپنے اہل میں صبح کرنے والا ہے حالانکہ موت اس کی جوتی کے بندھن سے

زیادہ قریب ہے۔

مدینہ شریف کے لیے دعا:

نبی ﷺ نے مدینہ منورہ کے لئے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَحُبِّنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْھَا وَبَارِکْ فِیْ صَاعِھَا وَمُدِّھَا وَانْقُلْ حُمَّاھَا فَاجْعَلْھَا بِالْجُحْفَۃِ.

اے اللہ ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محبوب کر دے جیسے مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ، اور مدینے کی فضا صحت بخش بنا دے، اس کے صاع اور مد (غلے کے پیمانوں) میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے جحفہ پہنچا دے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی۔ مسلمان امراض سے راحت پا گئے اور انہیں مدینہ محبوب ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی پیدائش:

ماہ شوال میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ہجرت کے بعد اسلامی دور میں سب بچوں سے پہلے پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں نعمان بن بشیر چھ ماہ قبل پیدا ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ عبداللہ بن زبیر اور نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا 2 ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔

یہود مدینہ سے معاہدہ:

اسی سال نبی ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ چند شرطوں پر مشتمل معاہدہ کیا تھا مگر یہودیوں نے عہد شکنی کی۔

بھیڑیے کا کلام اور چرواہے کا اسلام:

اسی سن اول ہجری کے واقعات میں سے ہے کہ ایک چرواہے کے ساتھ بھیڑیے نے کلام کیا اور اس چرواہے نے حاضر خدمت اقدس ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام ﷺ کا اسلام:

اسی سال حضرت عبداللہ بن سلام ﷺ یہودی عالم ایمان لائے۔ اسی سال حضرت قیس بن صرمہ انصاری اور حضرت انس بن مالک انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا اسلام لائے۔

غزوۂ ابواء:

اور اسی سال ماہ صفر میں غزوۂ ابواء ہوا۔ اسے غزوۂ ودان بھی کہتے ہیں۔ اس میں سب مہاجرین شریک ہوئے تھے۔ انصار میں سے کوئی بھی اس میں شریک نہیں ہوا تھا۔

(سیرت نبویہ دمیاطی)

بعض نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ہجرت کے دوسرے سال ہوا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

اسی سال حضرت سلمان فارسی، حضرت قیس بن صرمہ انصاری اور حضرت انس بن انصاری ﷺ نے بھی اسلام قبول کیا۔

اس سال کون حضرات فوت ہوئے:

حضرت براء ابن معر، ابوامامہ اسعد بن زرارہ اور حضرت کلثوم بن ہدم ﷺ نے اسی سال وصال فرمایا۔

بئر رومہ خرید کر وقف کرنا:

حضرت عثمان غنی ﷺ نے بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا۔

اہل بیت کی ہجرت:

اسی سال اہل بیت کو مکہ سے مدینہ منورہ بلا لیا گیا۔

ہجرت کے دوسرے سال کے واقعات

بقول بعض ہجرت کے دوسرے سال تحویل قبلہ شریف ہوا ہے۔ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ شریف کو قبلہ مقرر کیا گیا جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے۔

﴿ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ...... ﴾ [البقرہ ۲: ۱۴۴]

بے شک ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے رخ (انور) کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا۔

بعض کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ 5 ماہ بعد نصف ماہ رجب میں ہوا ہے۔ بعض کے نزدیک 17 ماہ بعد تحویل قبلہ ہوا اور یہی زیادہ مشہور ہے۔

فرضیت روزہ رمضان:

ماہ شعبان کے آخری عشرہ میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۞﴾ [البقرہ ۲:۱۸۳]

اے ایمان والو تم پر روزہ رکھنا فرض ہوا جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض ہوا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

نماز عید اور صدقہ فطر:

رمضان کے ختم ہونے میں ابھی دو دن باقی تھے کہ صدقہ فطر اور نماز عید کا حکم نازل ہوا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝﴾ [الاعلی ۸۷:۱۵۔۱٤]

بیشک کامیاب ہوا جو پاکیزہ ہوگیا۔اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اور ابوالعالیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فلاح پائی جس نے صدقہ فطرادا کیا اور عید کی نماز پڑھی۔

احکام القرآن ۳:٤۷٤

تفسیر عزیزی پ ۳۰

عیدالاضحیٰ اور قربانی:

اسی سال عیدالاضحیٰ اور قربانی کا حکم بھی نازل ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝﴾ [الکوثر ۱۰۸:]

تو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

زکوۃ کی فرضیت:

بعض کہتے ہیں کہ زکوۃ بھی سن دو ہجری کو فرض ہوئی۔

صلوۃ وسلام پڑھنے کا حکم:

اسی سال رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ [الاحزاب ۳۳:۵٦]

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اسی سال نماز میں سلام وکلام کرنے سے بھی منع کیا گیا۔

منافقین کا مسجد نبوی سے اخراج:

یہ لوگ مسجد میں آکر مسلمانوں کی باتیں سنتے اور مذاق کرتے۔ ایک روز مسجد نبوی میں یہ لوگ جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے مل جل کر بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا ان کو نکال دو۔ چنانچہ وہ بڑی سختی سے مسجد سے نکال دیئے گئے۔ (سیرت نبویہ ابن کثیر)

سیدۃ النساء رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کی شادی:

اسی سال ماہ صفر یا ماہ رجب میں حضرت سیدہ النساء فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کا نکاح حضرت علی ؓ سے ہوا جب کہ آپ کی عمر 18 سال اور حضرت علی ؓ کی عمر 21 سال تھی نبی پاک ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کو جہیز میں چمڑے کا تکیہ، ایک بچھونا اور ایک چکی دی تھی۔ (سیرت ابن کثیر)

جہاد کا حکم:

ہجرت کے دوسرے سال جہاد کا حکم نازل ہوا ہے۔ اس آیت میں کفار سے جہاد کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

﴿ اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصۡرِهِمۡ لَقَدِیۡرُ ۞ ﴾

[الحج ۲۲:۳۹]

(جہاد کی) اجازت دے دی گئی ان مسلمانوں کو جن سے (ناحق) قتال کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے۔

اس کے علاوہ متعدد آیات میں جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز جہاد کے فضائل و فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

جہاد کی اقسام:

جہاد اسلام میں بڑی اہم عبادت ہے۔اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) جہاد بالمال (۲) جہاد بالنفس (۳) جہاد باللسان

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ.

سنن الدارمی	کتاب الجهاد ، باب فی جهاد المشرکین ـ ۲٤۳۱
سنن ابوداؤد	کتاب الجهاد، باب ۱۷ حدیث ـ ۲۵۰٤
سنن النسائی	کتاب الجهاد ، باب وجوب الجهاد ـ ۳۰۹۸
مسند احمد	۳:۱۲٤ـ حدیث ۱۵۳ـ۲۵۱
اشعة اللمعات	۳:۳٤۳

کہ جہاد کرو تم مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں، جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ۔

غزوہ اور سریہ کی تعریف:

ہر وہ لشکر جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود شرکت فرمائیں اسے غزوہ اور جس لشکر میں خود موجود نہ ہوں بلکہ کوئی فوج روانہ فرمائی ہو اسے بعث اور سریہ کہتے ہیں۔

غزوات وسرایا کی تعداد:

ہجرت کے دوسرے سال سے لے کر سن 9 ہجری تک یعنی 8 سال کے اندر جو غزوات وسرایا ہوئے ہیں ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔جن غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے ان کی تعداد 27 بیان کی گئی ہے۔بعض نے 21 اور بعض نے 24 ذکر کی ہے۔بعض کتابوں میں 66 غزوات وسرایا مذکور ہیں۔مگر بعض نے غزوات وسرایا کی تعداد 82 ذکر کی ہے۔بروایت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ غزوات کی تعداد 19 ہے۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ بعض علماء نے چند غزوات کو قریب قریب اور ایک سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک غزوہ شمار کیا اس لئے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی۔ اور ممکن ہے کہ بعض کو بعض غزوات کا علم نہ ہوا ہو۔

(سیرت مصطفی بحوالہ زرقانی)

اور جن غزوات میں قتال ہوا ہے وہ 9 ہیں۔

غزوہ بدر	غزوہ احد	غزوہ بنی قریظہ
غزوہ بنی مصطلق	غزوہ خیبر	فتح مکہ
غزوہ حنین	غزوہ طائف	احزاب

اور اس سال کے مندرجہ ذیل غزوات وسرایا یہ ہیں۔

غزوہ بواط ماہ ربیع الاوّل میں ہوا تھا۔

غزوہ کرز بن جابر اسی ماہ میں ہوا اور اسی کو غزوہ بدر اُولیٰ بھی کہتے ہیں کہ کرز بن جابر اہل مدینہ کے جانور لوٹ کر لے گیا تھا جس کا تعاقب کیا گیا۔

غزوہ ذی العشیرۃ جمادی الاخریٰ میں ہوا۔

غزوہ بدر عظمی رمضان میں شریف میں ہوا۔

سریہ عمیر بن عدی رمضان میں ہوا۔

سیریہ بن سالم بن عمیر شوال میں ہوا۔

غزوہ بنی قینقاع شوال میں ہوا۔

غزوہ سویق ذی الحجہ میں ہوا۔

غزوہ قرقرۃ الکدر محرم میں ہوا۔

سریہ عبداللہ بن جحش:

حضرت عبداللہ ؓ کے ساتھ مہاجرین کی ایک جماعت تھی نخلہ کو جو مکہ سے ایک دن کے فاصلے پر ہے رجب کے مہینے میں قریش کے ایک قافلے کو روکنے کے لئے روانہ ہوئے۔ قافلہ میں کچھ چھوارے اور طائف کا چمڑہ تھا۔ اس قافلے میں عمرو بن حضرمی بھی تھا جسے انہوں نے قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو پکڑ لیا باقی بھاگ گئے۔ اسلام میں یہ پہلی غنیمت تھی۔

اسی کے متعلق ﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ﴾ آیت نازل ہوئی۔

غزوہ بدر الکبریٰ:

ہجرت کے دوسرے سال کے واقعات میں سے غزوہ بدر ہے جو ماہ رمضان کی 17 تاریخ کو پیش آیا جس کا ذکر قرآن کریم کی سورہ انفال وغیرہ کی متعدد آیات میں آیا ہے۔ غزوہ بدر میں لشکر اسلام کی تعداد 313 تھی۔ لشکر اسلام کے سردار سید عالم ﷺ تھے۔ دشمن لشکر کی تعداد 9 ہزار تھی اس کا سردار ابو جہل تھا۔ اس میں 22 مسلمان شہید ہوئے۔ کفار کے لشکر کے 70 کافر قتل کر دیئے گئے اور 70 ہی قیدی ہوئے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے شاندار فتح عطا فرمائی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ ج فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝﴾

[ال عمران ۳:۱۲۳]

اور بیشک بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی اس حال میں کہ تم (اس وقت) کمزور تھے۔ تو اللہ سے ڈرو تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

حضرت عثمان بن مظعون ﷜ کی وفات:

وَ فِيهَا تُوُفِّيَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ بَعْدَ رُجُوْعِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ بَدْرٍ وَ
هٰذَا عُثْمَانُ. (سیرت دمیاطی)

حضرت عثمان بن مظعون ﷜ نے اسی سال نبی ﷺ کے غزوہ بدر سے واپسی کے
ر وفات پائی۔ حضرت عثمان ﷜ اس غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

سب کی طرف سے دو قربانیاں:

اسی سال دو مینڈھے قربانی کے دیئے۔ ایک اپنی امت کی طرف سے اور دوسرا اپنی
ر آل محمد کی طرف سے۔ (السیرة النبویة)

جس طرح نبی ﷺ بے مثل ہیں اسی طرح آپ کی قربانی بھی بے مثل ہے۔ لہذا
سے دوسری عام قربانیوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت سیدہ رقیہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کا انتقال:

اسی سال غزوہ بدر کے موقع پر حضرت سیدہ رقیہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کا انتقال ہوا۔ اسی
لئے حضرت عثمان غنی ﷜ ان کی بیماری کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ آپ
ﷺ نے حضرت عثمان ﷜ کو غنیمت سے حصہ دیا اور بروز قیامت اجر کا وعدہ فرمایا۔

حضرت سیدہ ام کلثوم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کی شادی:

اسی سال حضرت سیدہ ام کلثوم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بنت رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت
عثمان ذوالنورین ﷜ سے ہوا۔ بعض نے 3 ہجری کے واقعات میں لکھا ہے۔ (سیرت ابن کثیر)

حضرت حفصہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کا نکاح:

اسی سال ماہ شعبان میں حضرت حفصہ بنت حضرت فاروق اعظم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کا

نکاح سید دو عالم ﷺ سے ہوا اور ازواج نبوی میں شامل ہو کر ام المؤمنین کے اعزاز سے نوازی گئیں۔

حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کا نکاح:

اسی سال حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کو رمضان المبارک میں حرم نبوی میں داخل ہونے کا شرف ملا۔ اسی سال حضرت زینب بنت رسول ﷺ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائیں اور سریہ عمر بن عدی، سریہ سالم بن عمیر، غزوہ قرقرۃ الکدر، غزوہ سویق اور غزوہ قینقاع بھی اسی سال ہوئے ہیں۔ (مدارج النبوت فارسی ۲:۱۱۰)

ہجرت کے تیسرے سال کے واقعات

غزوہ احد:

اس سال کے تمام غزوات میں سے غزوہ احد کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اور یہ غزوہ اپنے دامن میں بے شمار عبرتیں اور نصیحتیں رکھتا ہے۔ اس غزوہ کا ذکر قرآن کریم کے چوتھے پارے کے تیسرے رکوع سے لے کر نویں رکوع کی آیت 178 تک پھیلا ہوا ہے۔

امام محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی ساٹھ آیات تک غزوہ احد کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط......﴾

[آل عمران ۳:۱۲۱]

اور جب صبح کے وقت آپ اپنے اہل کے پاس سے باہر آئے مسلمانوں کو لڑائی کے لئے موریچوں پر ٹھہراتے ہوئے۔

غزوہ احد 6 شوال 3 ہجری میں ہوا۔لشکر اسلامی کی تعداد 605 اور دشمن کی تعداد
28 تھی۔اس میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔40 صحابہ کرام ﷺ زخمی ہوئے اور 70
بہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا۔حضرت امیر حمزہ ؓ بھی شہید ہوئے اور نبی کریم ﷺ
ی زخمی کیا گیا۔

نوحہ کی حرمت:

اسی سال غزوہ احد کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ میت پر نوحہ کرنا، چہرہ پیٹنا اور گریبان
ڑنا حرام ہے۔اس سے قبل حرام نہیں تھا کیونکہ شہداء احد پر عورتوں نے نوحہ کیا۔حضرت حمزہ
ؓ پر بھی عورتوں نے نوحہ کیا اور جب وہ اس سے فارغ ہوئیں تو نوحہ کی حرمت نازل ہوئی۔
ں دن سے نوحہ کی ممانعت کردی گئی۔ (بذل القوۃ بحوالہ البدایہ والنہایہ ،سیرت شامی)

غزوہ حمراء الاسد:

یہ غزوہ بھی شوال میں ہوا۔جو صحابہ کرام اس غزوہ میں شریک ہوئے ان کی شان
ں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ م بَعْدِمَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ط...... ﴾

[ال عمران ۳:۱۷۲]

وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا اس کے بعد کہ انہیں زخم پہنچے۔

سریہ رجیع:

رجیع مکہ اور عسفان کے درمیان ایک چشمہ کا نام ہے۔عضل اور قارہ قبائل کے کہنے
پہ تعلیم اسلام کی خاطر سریہ عاصم بن ثابت کو ان کی طرف روانہ کیا اور انہوں نے غداری کی۔
حضرت مرثد، حضرت خالد، حضرت عبداللہ بن طارق اور حضرت عاصم ؓ کو شہید کر دیا گیا اور

حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ کو قید کر کے اہل مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ انہوں نے دونوں کو شہید کر دیا۔ انہیں کے حق میں آیت نازل ہوئی ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌم بِالْعِبَادِ﴾

[البقرہ ۲:۲۰۷]

اور آدمیوں میں سے کوئی وہ ہے جو اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لئے اور اللہ بندوں پر نہایت مہربان ہے۔

یعنی یہ وہ خوش نصیب دس صحابہ تھے جنہوں نے اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں ڈالا۔ بعض نے سریہ رجیع کو ہجرت کے چوتھے سال کے واقعات میں لکھا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

اسی سال غزوہ نجران ہوا جسے غزوہ بنی سلیم بھی کہتے ہیں۔ سریہ ابوسلمہ مخزومی، سریہ عبداللہ بن انیس، سریہ زید بن حارثہ بھیجے گئے۔ اسی سال کعب بن اشرف یہودی قتل ہوا۔

ابو رافع عبداللہ بن ابوالحقیق یہودی تاجر جو گستاخ رسول ﷺ تھا اسی سال اس کی گستاخی کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ اسے عبداللہ بن عتیک اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا تھا۔ نیز غزوہ غطفان بھی اسی سال ہوا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت:

اسی سال حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یعنی ماہ رمضان کی 15 تاریخ کو امام عالی مقام دنیا میں تشریف لائے۔

ہجرت کے چوتھے سال کے واقعات

سریہ بئر معونہ:

سریہ بیر معونہ کا واقعہ اسی سال پیش آیا کہ تعلیم کی خاطر 70 قراء روانہ کئے گئے تاکہ

(اہل) نجد کو اسلام کی دعوت دیں تو انہوں نے کعب بن زید اور عمرو ضمیری کے سوا سب کو شہید کر دیا۔
تو اس پر نبی ﷺ کو بہت دکھ ہوا۔

قنوت نازلہ کا پڑھنا:

اس واقعہ کے بعد نماز فجر میں ایک ماہ تک اور ایک روایت میں 40 روز تک قنوت نازلہ پڑھی گئی اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ لَيۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡهِمۡ...... ﴾ [ال عمران ۳:۱۲۸]

اس امر سے آپ کے لئے کچھ نہیں یا ان پر (اللہ) رجوع برحمت ہو۔
تو آپ نے قنوت نازلہ پڑھنی ترک کر دی جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

نماز خوف:

غزوہ ذات الرقاع محرم میں ہوا اور اسی غزوہ میں نماز خوف پڑھی گئی۔ نماز خوف کا ذکر اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے:

﴿ وَاِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ...... ﴾ [النساء ٤:١٠٢]

اور (اے محبوب) جب آپ ان میں ہوں اور (خوف کے وقت) انہیں نماز پڑھائیں

غزوہ بنی نضیر:

بنی نضیر یہودی تھے جو مدینہ کے مضافات میں آباد تھے۔ انہوں نے بدعہدی کر کے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو پھر انہیں سزا کے طور پر 6 دن کے محاصرہ کے بعد جلاوطن کر دیا گیا۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِهِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕ...... ﴾
[الحشر ٥٩:٢]

وہی ہے جس نے (ان) کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے نکالا پہلی بار جلاوطن کرنے کے وقت۔

اور یہ جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے تھے۔ غزوہ خیبر بھی انہیں کی شرارتوں سے ہوا تھا۔ غزوہ ذات الرقاء نیز غزوہ بدر الاخرہ بھی اسی سال ہوئے تھے۔ (سیرت ابن ھشام)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت عبداللہ بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کا وصال ہوا۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا کی وفات:

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا کی وفات ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا سے نکاح فرمایا۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا کی وفات:

بعض نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف (والدہ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کا وصال ہوا۔ اسی سال غزوہ بدر صغری ہوا۔ حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا۔ نماز خوف کا حکم بھی اسی ہجری کو نازل ہوا۔

یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا:

ایک مرد نے یہودی عورت کے ساتھ زنا کیا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت کے مطابق دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ (مدارج النبوت ۲:۱۵۲)

تورات سیکھنے کا حکم دیا گیا:

اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ تورات کے سواخط سیکھیں مبادا یہودی اپنے رسائل و کتب میں تغیر و تبدل اور تحریف و تبدیلی کر دیں۔ چنانچہ

انہوں نے پندرہ دن میں اسے سیکھ لیا لیکن ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہود ہمیں خطوط لکھ کر بھیجتے ہیں ہم بھی انہیں مراسلے لکھتے ہیں اور انہیں فرامین بھیجتے ہیں لہذا تم ان کے سواخط کو لکھ لو۔ (مدارج النبوت ۲:۱۵۲)

معلوم ہوا کہ حاجت کے وقت دیگر زبانوں کا سیکھنا درست ہے۔اسی لئے یہودیوں کی زبان سیکھنے کی اجازت دی گئی۔

چوری کی سزا:

اسی سال طعمہ بن ابیرق کا چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا گیا اور اس کو چور کی سزا دی گئی۔

(مدارج النبوت ۲:۱۵۲)

شراب کی حرمت:

بقول مشہور اسی سال شراب کی حرمت واقع ہوئی۔حرمت شراب کا ذکر سورہ بقرہ، سورہ نساء اور سورہ مائدہ آیت 9 میں کیا گیا ہے۔ (ملخصا از مدارج النبوت ۲:۱۵۳)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت:

اسی سال ماہ شعبان میں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(تاریخ مدینہ منورہ)

حضرت زینب بنت جحش رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا سے شادی:

اسی سال نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا سے شادی کی بعض نے لکھا ہے کہ 5 ہجری کو شرف زوجیت حاصل کیا۔اسی سال پردے کا حکم بھی نازل ہوا

نماز قصر کا حکم:

نیز اسی سال نماز قصر ادا کی گئی جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ......﴾

[النساء ٤:١٠١]

اور جب تم سفر کرو زمین میں تو تم پر کچھ حرج نہیں اگر تم قصر کرو (چار رکعت والی فرض) نماز میں۔

ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آزادی:

اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو آزاد کرایا تھا۔

غزوہ دومۃ الجندل:

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ دومۃ الجندل کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

حضرت ام سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کا انتقال:

اس کے بعد حضرت ام سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا کا انتقال ہوا تھا۔

چاند گرہن:

اس کے بعد چاند گرہن کا واقعہ پیش آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھائی۔

(خلاصۃ الوفا)

مکہ معظمہ میں قحط:

اسی سال مکہ میں قحط پڑا تھا۔ اس لئے تالیف قلوب کے طور پر آپ نے کافی مقدار میں چاندی ان کی طرف مدد کے لئے بھیجی تھی تاکہ صلہ رحمی ہو۔

اسلام کا پہلا وفد:

اس سال آپ کے پاس بلال بن الحارث المدنی وفد لے کر آیا تھا۔ یہ اسلام میں پہلا وفد تھا اور اس کے بعد حمام بن ثعلبہ کا وفد آیا۔

غزوہ بنی مصطلق:

اسی سال ماہ شعبان میں غزوہ مریسیع ہوا اور اسی کا نام غزوہ بنی مصطلق بھی ہے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی براءت:

اسی غزوہ سے واپسی پر منافقین نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا پر جھوٹی تہمت لگائی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی براءت میں سورہ نور کی آیات نازل فرمائیں۔

آیت تیمّم:

اسی سال آیت تیمّم نازل ہوئی اور مسلمانوں کو پانی نہ ملنے پر تیمّم کی اجازت دے دی گئی۔ نیز بعض نے لکھا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کا نکاح بھی اسی سال ہوا تھا۔

حضرت ماریہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا سے نکاح:

اسی غزوہ میں نبی ﷺ نے حضرت ماریہ اور حضرت جویریہ بنت حارث رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمَا کے ساتھ نکاح کیا۔

غزوہ خندق:

اس کے بعد غزوہ خندق (احزاب) پیش آیا۔ محاصرہ 20 دن یا ایک ماہ تک رہا اور قریش کا لشکر مجمع الاسیال پر پڑا رہا۔ یہ مسلمانوں کے لئے بہت سخت امتحان کا وقت تھا جس کا

نقشہ قرآن کریم میں یوں پیش کیا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۞ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۞﴾ [الاحزاب ۳۳: ۹-۱۰]

اے ایمان والو اپنے اوپر اللہ کی نعمت ادکرو جب (کافروں کی) فوجیں تم پر آ پہنچیں تو ہم نے ان پر (تمہاری مدد کے لئے) آندھی بھیجی اور (فرشتوں کے) لشکر جنہیں تم نے نہ دیکھا۔ جب کافر تم چڑھ آئے تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے اور تم اللہ کے متعلق (امید و یاس میں) مختلف گمان کرنے لگے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا﴾ [الاحزاب ۳۳: ۱۱]

وہ مقام تھا جہاں مسلمانوں کی آزمائش کی گئی اور وہ نہایت سختی سے ہلا دیئے گئے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔ تمام مشرکین اور یہود نے شکست کھائی۔ اس غزوہ خندق میں بہت سے معجزات کا بھی ظہور ہوا۔ بعض کے نزدیک ابو رافع کا عبرت ناک انجام اسی سال ہوا۔

غزوہ بنی قریظہ:

چونکہ بنی قریظہ نے غزوہ خندق کے موقع پر عہد شکنی کی اس لئے غزوہ خندق کے بعد اسی سال ماہ ذی القعدہ میں غزوہ بنی قریظہ ہوا جس میں 700 یا 900 یہودی قتل کئے گئے تھے

ابولبابہ کی توبہ:

حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ سے غزوہ بنی قریظہ سے قبل ہی ایک خطا ہوگئی اس پر وہ سخت نادم و پشیمان ہوئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا تقریبا 20 دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھول دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ط عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ ﴾ [توبہ ۹:۱۰۲]

اور (کچھ) دوسرے انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا انہوں نے کچھ نیک کاموں کو دوسرے برے کاموں سے ملایا قریب ہے کہ اللہ ان پر رجوع برحمت ہو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جنگ خندق میں شہ رگ پر تیر لگا اور خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ ایک مہینہ کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔ یہ واقعہ 5 ہجری کا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر 37 برس کی تھی۔ جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے۔ ان کی وفات سے مسلمانوں کو بہت افسوس اور بے حد نقصان ہوا۔ اس سال بعض سرایا دستے اور بھی بھیجے گئے۔

حضرت زینب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کا نکاح:

اور اسی سال حضرت زینب بن جحش رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کو بھی ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا اور ان کی شادی کے بعد عظیم الشان دعوت ولیمہ کی گئی۔

پردے کا حکم:

اسی سال پردے کا حکم نازل ہوا۔ بعض کے نزدیک ہجرت کے چوتھے سال پردے کی آیتیں نازل ہوئیں اور اسی سال سریہ عبداللہ بن عتیک روانہ کیا گیا۔

نماز خوف کا حکم:

بعض نے لکھا ہے کہ ہجرت کے پانچویں سال نماز خوف کے احکام نازل ہوئے۔

لعان وظہار کے احکام:

اسی سال لعان وظہار کے متعلق بھی احکام بتائے گئے۔ (دین مصطفی ۱۰۷)

حضرت ریحانہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا سے نکاح:

اسی سال رسول اللہ ﷺ نے ریحانہ بنت زید نضریہ سے نکاح فرمایا۔

سریہ محمد بن مَسْلَمَہ:

قرطا کی جانب محرم میں بھیجا گیا تھا۔

مدینہ منورہ میں زلزلہ:

اسی سال مدینہ منورہ میں زلزلہ بھی آیا۔ (سیرۃ النبویہ دمیاطی)

ضیاء النبی میں زلزلہ کا ذکر ہجری کے پانچویں سال کے واقعات میں مذکور ہے۔ اور بذل القوۃ میں ہے کہ ابورافع سلام بن ابی الحقیق اسی سال قتل کیا گیا تھا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور اسی سال چاند گرہن اور سورج گرہن ہوا۔ (مدارج النبوت ۲:۱۸٤)

نیز بعض نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے عمرہ کا احرام بھی اسی سال باندھا اور اپنے ہمراہ ہدی لے کر صحابہ کرام ﷺ کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ شریف عمرہ کرنے کے ارادہ سے تشریف لائے۔ (حدائق الانوار) مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ چھٹے سال کا واقعہ ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

ہجرت کے چھٹے سال کے واقعات

مقوقس کے تحائف:

مقوقس کا قاصد خاطب بن ابی بلتعہ حاضر خدمت ہوا اور حضرت ماریہ بنت شمعون قبطیہ ام ابراہیم رَضِیَ اللہُ عَنھا اور دُل دُل نامی خچر اور یعفور نامی دراز گوش خدمت اقدس میں لایا۔ (سیرت النبویہ دمیاطی)

بعض نے اس کا ذکر ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات میں کیا ہے۔ وَاللہُ اَعْلَمُ

اس سال کے غزاوات وسرایا:

اسی سال مشرکوں نے سریہ محمد بن مسلمہ کے دس مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا اور اس سریہ میں دس ہی آدمی بھیجے گئے تھے۔ اس کے بعد سریہ فدک ہوا اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ سریہ عبدالرحمٰن بن عوف کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا گیا۔ اس کے بعد سریہ زید بن حارث روانہ ہوا۔ اسی سال غزوہ غابہ پیش آیا۔ (تاریخ الاحکام)

سریہ عکاشہ بن محصن اسدی، غمر مرزوق کی جانب روانہ ہوا۔

غزوہ بنی لحیان ربیع الاول میں ہوا۔

سریہ زید بن حارثہ بنی سلیم کی طرف گیا۔

سریہ زید بن حارثہ جمادی الاولیٰ میں عیص کی طرف روانہ کیا گیا۔

سریہ عمر بن امیہ ضمری اور سلمہ بن اسلم مکہ میں ابوسفیان بن حرب کو قتل کرنے کے لئے گیا۔

سریہ زید بن حارثہ ماہ رجب میں وادی القریٰ کی جانب ارسال کیا گیا۔

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بنی سعد بن بکر کی طرف گیا۔(سیرۃ نبویہ دمیاطی)

بعض کہتے ہیں کہ فرضیت حج کا حکم اسی سال نازل ہوا۔

غزوہ حدیبیہ:

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ مع اپنے صحابہ کے امن وعافیت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ عمرہ کر کے بعض نے سر منڈائے اور بعض نے بال کتروائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب کے بعد تقریباً 1400 صحابہ کو لے کر بحالت احرام عمرہ کی نیت سے مکہ تشریف لے گئے مگر قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ سے آگے نہ بڑھنے دیا تو چند شرطوں کے ساتھ صلح ہوئی۔ اسی کا نام صلح حدیبیہ ہے۔

بیعت رضوان:

بیعت رضوان کا واقعہ بھی اسی موقع پر پیش آیا جس کا ذکر قرآن عظیم کی سورہ فتح میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ......﴾

[الفتح ٤٨:١٨]

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

صلح حدیبیہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسلام کی فتح قرار دیا۔

﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۞﴾ [الفتح ٤٨:١]

(اے حبیب) بیشک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی۔

کسوف شمس:

اسی سال کسوف شمس کا واقعہ پیش آیا۔ نیز 8 ہجری میں بھی کسوف شمس ہوا تھا۔

نماز استسقاء:

اسی سال مدینہ منورہ میں خشک سالی ہوئی اور نبی ﷺ نے نماز استسقاء پڑھی اور یہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ بعض نے حکم ظہار اور حرمت شراب کا ذکر بھی اسی سال کے واقعات میں کیا ہے۔ اسی سال مسلمان عورتیں مشرکین پر حرام قرار دی گئیں اور مسلمان مردوں کو مشرکہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت کر دی گئی۔

بذل القوہ میں ہے کہ ابورافع سلّام بن ابی الحقیق اسی سال قتل کیا گیا تھا۔ بعض نے اس واقعہ کو ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات میں ذکر کیا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

بادشاہوں کے نام خطوط:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ......﴾ [النحل ١٦:١٢٥]

اپنے رب کے راستہ کی طرف بلایئے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۞﴾ [فصلت ٤١:٣٣]

اور اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے۔ اور کہے کہ بیشک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

دنیا کے مشہور بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے گئے۔ بعض نے لکھا کہ 7 ہجری کو بادشاہوں کے نام خطوط لکھے گئے تھے۔ یا یہ کہ بادشاہوں کی طرف خطوط

ارسال کرنے کا آغاز ہجرت کے چھٹے سال ہوا۔ پھر یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔

ابوسفیان کا ہرقل کے دربار میں بیان:

اسی سال حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل کے دربار میں اس کے دریافت کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب اور دیگر خوبیوں کا تذکرہ کیا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال یہ واقعہ ہوا تھا۔ بعض کے نزدیک اسی سال ظہار کا حکم بھی نازل ہوا۔ (خلاصة الوفا)

اور بعض کے نزدیک حرمت شراب کا حکم بھی اسی سال ملا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

ہجرت کے ساتویں سال کے واقعات

غزوہ خیبر

اسی سال غزوہ خیبر ہوا۔ چونکہ نضیر کے یہودیوں نے مدینہ سے جا کر خیبر کو اپنی سازشوں کی پناہ گاہ بنالیا تھا۔ اس پر چڑھائی کی گئی۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا اور اللہ تعالیٰ نے فتح کا سہرا انہیں کے سر باندھا۔ خیبر کے بعد فدک کی طرف متوجہ ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے صلح کر لی۔ اسی غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حیی ابن اخطب سے نکاح کیا۔

زہر آلود گوشت

غزوہ خیبر کے واقعات میں سے ہے کہ زینب بنت الحارث یہودیہ عورت نے ایک زہر آلود بھنی ہوئی بکری بطور تحفہ پیش کی۔ آپ کو اس کے گوشت نے بتا دیا کہ مجھ میں زہر ڈالا ہوا ہے۔ اس جرم میں اس کو قتل کیا گیا تھا۔ آپ نے اس زہر آلود گوشت سے جو لقمہ کھایا تھا اس کا اثر آخر وصال کے وقت ظاہر ہوا۔ (الفصول ٧٦)

اسی سال ردشمس کا واقعہ بھی پیش آیا جو نبی علیہ السلام کے عظیم الشان معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے۔

حرمت حمار:

بعض نے گدھوں کی حرمت اور متعہ کی حرمت کا ذکر اسی سن ہجری میں کیا ہے۔

وادی قری کا واقعہ:

اسی سال وادی القری کا واقعہ پیش آیا۔

آپ پر جادو کیا گیا:

اسی سال نبی علیہ السلام پر جادو کیا گیا۔ اس کا اثر سال بھر تک رہا اور یہ بھی روایت ہے کہ چالیس دن تک رہا۔ اور یہ اثر صرف ظاہری تھا۔

حضرت ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی حبشہ سے واپسی اور شادی:

اسی سال ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا حبشہ سے واپس آئیں۔

اسی سال نبی علیہ السلام نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا سے نکاح کیا۔

عمرۃ القضاء:

اسی سال آپ علیہ السلام نے عمرۃ القضاء ادا کیا۔ اور خواب کی عملی شکل ظاہر ہوئی جس کا ذکر سورہ فتح کی اس آیت میں کیا گیا ہے:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ج لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لا لَا تَخَافُوْنَ ط......﴾[الفتح ٤٨:٢٧]

بیشک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ اللہ کے چاہنے سے (یقیناً) تم ضرور ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے امن وامان کے ساتھ اپنے سر منڈاتے ہوئے

اور (کچھ لوگ) اپنے بال کترواتے ہوئے تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔

حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی قبر کی زیارت:

ایک روایت میں ہے کہ اسی موقع پر آپ ﷺ نے بحکم رب تعالیٰ اپنی والدہ حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی قبر شریف کی زیارت بھی کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے سفر میں مکہ شریف کی جانب جاتے ہوئے مقام ابواء سے گزرے تو حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی قبر کی زیارت کی۔ (الفصول)

بعض کہتے ہیں کہ قضائے عمرہ کے سفر میں زیارت کی تھی۔

رَأَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْرَ أُمِّهِ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ بِالْأَبْوَاءِ.[مبارق الازهار۳:۸٤]

رسول اللہ ﷺ کے والدین مؤمن تھے:

بعض علماء متقدمین رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان کے قائل نہیں تھے۔

چنانچہ علامہ فضل اللہ تورپشتی (متوفی ۶٦١ھ) لکھتے ہیں:

ومذہب اہل حق آنست کہ مادر و پدر پیغمبر ﷺ بر کفر بودند و این بنقل درست شدہ ثابت است۔ (معتمد فی المعتقد ٢٤٥)

اور غالباً اسی لئے ملا علی قاری نے بھی لکھا تھا:

ثُمَّ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّ وَالِدَيْهِ ﷺ مَاتَا كَافِرَيْنِ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ اَصَحُّ مَا وَرَدَ فِيْ حَقِّهِمَا. (مرقاۃ مطبوعه بیروت ٤:٢٥١)

مگر پھر ملا علی قاری نے وفات سے تین سال قبل اس سے رجوع کر لیا تھا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

وَاَبُوْ طَالِبٍ لَمْ يَصِحَّ اِسْلَامُهٗ وَاَمَّا اِسْلَامُ اَبَوَيْهِ فَفِيْهِ اَقْوَالٌ وَالْاَصَحُّ

اِسْلامُهُمَا عَلٰی مَااتَّفَقَ عَلَیْہِ الْاَجِلَّةُ مِنَ الْاُمَّةِ کَمَا بَیَّنَهُ السَّیُوْطِیُّ فِیْ رَسَائِلِ الثَّلاثَةِ الْمُؤَلَّفَةِ. (شرح شفاء ۲:۱۰۶)

نیز لکھتے ہیں:

وَمَا ذَکَرُوْا مِنْ اِحْیَائِہٖ عَلَیْہِ الصَّلَوَاتُ وَ اِسْلَامُ اَبَوَیْہِ فَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ رَفَعَ مَاعَلَیْہِ الْجُمْهُوْرُ الثِّقَاتِ کَمَا قَالَ السَّیُوْطِیُّ فِیْ رَسَائِلِہِ الثَّلاثِ الْمُؤَلَّفَاتِ.

(شرح شفا ۱: ۶۸۴)

حاشیہ معتمد میں ہے:

بدانکہ در ایمان والدین شریفین آنحضرت علیہ السلام علماء فرقہ شدہ اند بعضی بکفر رفتہ اند وبعضی باسلام وہمیں است مذہب امام فخر الدین رازی وبعض توقف نمودہ اند وَهُوَ اَحْوَطُ وَ اَسْلَمُ. (حاشیہ معتمد فی المعتقد ۲۴۲)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: زَارَ النَّبِیُّ ﷺ قَبْرَ اُمِّہٖ فَبَکٰی وَ اَبْکٰی مَنْ حَوْلَهٗ. فَقَالَ: اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ. وَاسْتَأْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِیْ. فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ. فَاِنَّهَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ.

المسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربه فی زیارة قبر امه، حدیث ۱۰۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی پھر آپ روئے اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے وہ بھی روئے۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو میرے رب نے مجھے اجازت دے دی۔ پھر میں نے اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی۔ پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

''اس صحیح حدیث میں آپ کو حضرت سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے، اگر حضرت آمنہ مشرکہ ہوتیں تو یہ اجازت نہ دی جاتی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿......وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ط......﴾ [التوبہ ۸۴]

آپ ان کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

رہا یہ کہ آپ کو حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کے لئے استغفار کی اجازت کیوں نہیں دی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر معصوم کے لئے استغفار کرنا موہم معصیت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ آپ کی والدہ کے لئے استغفار کی جائے جس کی وجہ سے لوگوں کو یہ وہم ہو کہ آپ کی والدہ نے غلط اور ناجائز کام کئے تھے جس کی وجہ سے آپ کے لئے مغفرت طلب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔'' (تبیان القران ۵:۲۷۳)

نیز استغفار کی اجازت نہ ملنے سے ہرگز ان کا کفر ثابت نہیں ہوتا۔

علامہ محمد بن عبدالباقی فرماتے ہیں:

بِاَنَّ حَدِیْثَ عَدَمِ الْاِذْنِ فِی الْاِسْتِغْفَارِ لَایَلْزَمُ مِنْہُ الْکُفْرُ بِدَلِیْلِ اَنَّہٗ ﷺ کَانَ مَمْنُوْعًا فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلٰی مَنْ عَلَیْہِ دَیْنٌ وَلَمْ یَتْرُکْ لَہٗ وَفَاءً، وَمِنَ الْاِسْتِغْفَارِ لَہٗ وَ ھُوَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ . (زرقانی شرح مواھب ۱:۳۳۵)

حق بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین مومن وموحد تھے کیونکہ وہ اہل فطرت سے تھے اور ان کا کفر ہرگز ثابت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿......وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۝﴾ [اسراء ۱۷:۱۵]

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

چونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے نہیں ہے اس لئے زیادہ بحث ومباحثہ نہیں کرنا
چاہیئے۔ والدین کریمین کی تعظیم وتکریم ہر مسلمان پر فرض ہے جب بھی آپ ﷺ کے والدین
کریمین کا ذکر کیا جائے تو خیر سے کیا جائے۔ اس موضوع پر حضرت امام جلال الدین سیوطی
رحمۃُ اللّٰہ تَعالٰی کے رسائل کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(ان چھ رسائل کا ترجمہ علامہ ساجد الہاشمی صاحب نے بڑے احسن انداز اور عمدہ
پیرائے میں ''ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ'' کے نام سے فرمایا ہے)

حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا کی شادی:

اور اس سال میں حضرت میمونہ بنت الحارث رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنھَا سے عقد نکاح
کیا۔ (تاریخ الاحکام)

بعض نے لکھا ہے کہ اسی سال دنیا کے بادشاہوں کو دعوت اسلام دی۔

ہجرت کے آٹھویں سال کے واقعات

غزوہ موتہ:

اسی سال غزوہ موتہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن ولید ﷜ کے ہاتھ فتح عطا
فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب ﷜ کی شہادت:

اسی غزوہ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب ﷜ نے جام شہادت نوش فرمایا۔
آپ کی شہادت کا واقعہ بڑا اندوہناک ہے کیونکہ آپ کے دونوں بازو کاٹ دیئے گئے تھے اور
آپ شدید زخمی ہو گئے تھے۔ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ شہادت کے بعد جب حضرت

جعفر بن ابی طالب ﷺ کٹے ہوئے بازوؤں کے ساتھ بہشت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انہیں پرندوں کی طرح بازو عطا فرمائے جن کے ذریعے وہ حسب خواہش ہر طرف پرندوں کی طرح اڑنے لگے۔ (سیرت ابن کثیر)

اسی لئے آپ کو جعفر طیار ﷺ کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔

فتح مکہ:

﴿......لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ط......﴾ [الحدید ٥٧: ١٠]

(اے مسلمانو) برابر نہیں تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے خرچ کیا فتح (مکہ) سے پہلے اور قتال کیا۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۞﴾ [الفتح ٤٨:١]

(اے حبیب) بیشک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی۔

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۞ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۞﴾ [النصر ١١٠: ٢-١]

جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آجائے، اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ایک عظیم الشان خطبہ دیا جس میں پوری دنیا کے لئے امن وسلامتی کا درس اور مساوات اسلامی کی تعلیم دی گئی تھی۔ اس کے بعد عزیٰ اور منات وغیرہ بتوں کو گرانے کے لئے دستے بھیجے گئے تھے۔

حاکم مکہ:

اسی سال آپ ﷺ نے مکہ معظمہ پر عتاب بن اسید کو حاکم مقرر فرمایا۔

غزوہ حنین:

مکہ شریف کے فتح ہونے کے بعد قبیلہ ہوازن کے ساتھ جنگ ہوئی۔ اس کو غزوہ حنین بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا ......﴾ [التوبہ ۹:۲۵]

بیشک اللہ نے بکثرت مواقع میں تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا تو اس (کثرت) نے کسی چیز کو تم سے دفع نہ کیا۔

غزوہ طائف:

اس کے بعد غزوہ طائف ہوا۔ طائف ایک بہت بڑا شہر ہے جو مکہ سے تین منزل پر واقع ہے۔ نبی ﷺ غزوہ حنین کے بعد ہجرت کے آٹھویں سال شوال کے مہینہ میں طائف کو روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں منجنیق بھی استعمال کی گئی۔ اسی لڑائی میں حضرت ابوسفیان صخر بن حرب کی ایک آنکھ باہر نکل آئی تھی اور انہوں نے جنت کی آنکھ کو پسند کیا۔ پھر جنگ یرموک میں شریک تھے تو وہاں ان کی دوسری آنکھ بھی نکل آئی تھی۔ جب لشکر نے کوچ کیا تو آپ نے فرمایا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ پڑھو اور اللہ کا شکر ادا کرو جس نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ غزوہ موتہ بھی اسی سال ہوا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

عمرہ جعرّانہ:

مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر جعرانہ سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا۔

مدینہ شریف واپسی:

آخر ماہ ذی قعدہ میں آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت:

اسی سال آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا گیا اور دو دنبے ذبح کئے گئے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ربیع الاول ۱۰ھ میں ہوئی۔

حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کی وفات:

اسی سال آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کی وفات ہوئی۔ ان کا عقد عمرو بن عاص سے ہوا تھا۔ وہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو کر واپس مدینہ آگئے تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح اول ہی باقی رکھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تجدید نکاح کی گئی اور اسی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔ (تاریخ الاحکام)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے تو اسی سابق نکاح پر رہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حبشہ سے واپسی:

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ملک حبشہ سے واپس مدینہ منورہ آئے۔ بعض نے آپ کی واپسی ہجرت کے ساتویں سال ذکر کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔
ایک روایت کے مطابق اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کی طرف خطوط بھی ارسال کیے۔ یعنی کسریٰ، قیصر، نجاشی، ملک غسان ہوذہ بن علی کی طرف روانہ کیے۔

مہر بنوائی گئی:

اسی سال مہر بنوائی اور اس کے ساتھ خطوں پر مہر لگاتے جو بادشاہوں کی طرف بھیجے جاتے۔ بعض نے لکھا ہے کہ بادشاہوں کو سات ہجری میں خطوط لکھے تھے۔
بعض نے لکھا ہے کہ اسی سال گھریلو گدھے حرام کیے گئے۔ نیز بعض نے شراب کی حرمت اسی سال لکھی ہے اور چور کی سزا کا بھی حکم ملا۔ نیز متعہ کرنے سے خیبر کے دن منع کیا گیا۔ (سیرت دمیاطی)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اسلام:

حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہم ماہ صفر میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ (سیرۃ نبویہ)
ابن ابی خیثمہ نے بیان فرمایا کہ حضرت خالد اور حضرت عمرو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا ہجرت کے پانچویں سال ایمان لائے۔ (النبی الاطهر اردو ۱۲۶)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا:

اسی سال حضرت عکرمہ بن ابو جہل رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو طلاق دینے کا ارادہ:

ابن حبیب فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ

عَنہَا کوطلاق دی۔انہوں نے اپنی باری حضرت صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کے سپرد فرمادی اور آپ ﷺ نے رجوع فرمالیا۔ (النبی الاطھر اردو ۱۲۷)

حافظ شرف الدین فرماتے ہیں:

وَ فِیھَا وَھَبَتْ سَوْدَۃُ یَوْمَھَا لِعَائِشَۃَ حِیْنَ اَرَادَ طَلاقَھَا (سیرت النبویہ ۲٦٦)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کوطلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا طلاق نہیں دی تھی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

سلام دینے والے کو کافرمت کہو:

سریہ ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ جو مقام اضم کی طرف کفار کوخوف زدہ کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تھا تو اس میں مُحَلِّمُ بن جثامہ تھے۔انہوں نے عامر بن ضبط کو قتل کر دیا جبکہ اس نے ان کو سلام کہا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿......وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ج ......﴾ [النساء ٤:٩٤]

اور نہ کہو اس کو جس نے تمہیں سلام کیا کہ تو مسلمان نہیں۔

محلم بن جثامہ کا واقعہ عبرت ناک ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

بحالت جنابت امامت:

اسی سال حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جنبی ہوئے تو آپ نے بحالت جنابت اپنے ساتھیوں کی امامت فرمادی۔(النبی الاطھر اردو ۱۲۷) یہ ممانعت سے پہلے کی بات ہے۔

منبر بنایا گیا:

اسی سال منبر نبی ﷺ بنایا گیا اور اس پر آپ نے خطبہ دیا اور یہ اسلام میں پہلا منبر ہے۔بعض کہتے ہیں کہ ہجرت کے ساتویں سال منبر تیار کیا گیا تھا۔(حدائق الانوار)

ستون کا رونا:

جب آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو کھجور کے اس ستون نے رسول اللہ ﷺ کی جدائی میں رونا شروع کر دیا۔ کیونکہ آپ ﷺ اس کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے اس کو تسلی دی۔

سرایا کی روانگی:

اس کے علاوہ اس سال تیرہ سرایا اور دستے روانہ کئے گئے۔ (سیرت دمیاطی)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا:

اسی سال حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قصیدہ **بَانَتْ سُعَاد** پڑھا۔

(السيرة النبوية لابن هشام۳:۸۸۔۸۷)

اَنَّ كَعْبَ بْنَ زُهَيْرٍ رضی اللہ عنہ لَمَّا اَنْشَدَ النَّبِيَّ ﷺ قَصِيْدَتَهُ "بَانَتْ سُعَاد" رَمٰى اِلَيْهِ بِبُرْدَةٍ كَانَتْ عَلَيْهِ.

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے جب اپنا یہ قصیدہ پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے چادر مبارک دوش اطہر سے اتار کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔

تاريخ الخلفاء ، مقدمة المصنف ، فصل فی شان البردة النبوية التی تداولها الخلفاء ، ۱۵

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنے والے انعام پاتے ہیں۔ راقم الحروف بھی اپنی کمزوریوں کے باوجود رحمت الٰہی اور شفاعت مصطفیٰ ﷺ کے انعام کا امید وار ہے۔

ہجرت کے نویں سال کے واقعات

غزوہ تبوک:

ہجرت کے نویں سال غزوہ تبوک ہوا۔ یہ سب سے آخری غزوہ تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی۔ جب رسول اللہ ﷺ فتح یابی کے بعد مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لئے گھروں سے باہر تک آئے یہاں تک کہ عورتیں، لڑکے اور لڑکیاں آپ کے استقبال کے لئے نکلیں اور یہ شعر پڑھنے لگیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا   مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا   مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا   جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ
جِئْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِيْنَةَ   مَرْحَبًا يَا خَيْرَ دَاعِ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی:

جب آپ مدینہ شریف میں داخل ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ کی مدح میں کچھ کہوں؟ فرمایا: ہاں اللہ تیرے چہرے کو رسوا نہ کرے۔ آپ نے جو قصیدہ اس وقت پڑھا اس کے دو شعر یہ ہیں۔

وَ اَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْ   ضُ وَ ضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ
وَنَحْنُ فِيْ ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْ   رِ وَ سُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

(الانوار المحمدية ١٨)

جب آپ کی ولادت ہوئی تو زمین چمک اٹھی اور آپ کے نور سے دنیا کے اُفق جگمگا اٹھے۔ اور ہم اس روشنی میں، نور اور ہدایت کی راہ میں لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

تین صحابہ کرام کعب بن مالک خزرجی، ہلال بن امیہ اوسی اور مرارۃ بن ربیع ؓ جو اس غزوہ میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے ان کا سخت امتحان لیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔

واقعہ ایلا:

اسی سال واقعہ ایلا پیش آیا۔ یعنی اپنی بیویوں سے ایلا فرمائی کہ ایک ماہ تک تمہارے قریب نہیں آوں گا۔ اسی سال گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے پنڈلی مبارک پر خراش اور چوٹ آئی۔

تخیر:

اسی سال تخیر کا حکم نازل ہوا۔ ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ دنیا کی زیب وزینت چاہتی ہیں تو انہیں رخصت کر دیا جائے اور اگر اللہ، رسول ﷺ کی رضا مندی اور دار آخرت کی طلبگار رہیں تو ان کے لئے اجر وثواب ہے۔ اس تخیر واختیار کا حکم سورہ احزاب میں ﴿قُلْ لِاَزْوَاجِکَ سے لےکر اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ تک کی آیتوں میں ہے۔

مسجد ضرار کا انہدام:

مسجد ضرار جو منافقین نے اسلام کے خلاف سازشوں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے بنوائی تھی بحکم رسول ﷺ جلادی گئی تھی۔ قرآن مجید کی سورہ توبہ کی آیت 7 میں اس کا ذکر آیا ہے۔

فرضیت حج:

بعض روایات کے مطابق اسی سال حج فرض ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کا حج کرانا:

اسی سال حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کو تین سو مسلمانوں کا امیر الحجاج بنا کر بھیجا اور حضرت علی ﷺ نے سورہ توبہ کی 40 آیتیں مقامات حج میں پڑھ کر سنائیں اور براءت اور بیزاری کا اعلان کیا گیا اور یہ بھی فرمایا:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ج...... ﴾ [التوبہ ۹:۲۸]

اے ایمان والو! اس کے سوا کچھ نہیں کہ مشرک سب ناپاک ہیں تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

زکوۃ کی وصولی کا انتظام:

ایک روایت کے مطابق زکوۃ کا حکم نازل ہوا۔ زکوۃ کی وصولی کے لئے کارندے بھی مقرر کئے گئے۔

سود کی حرمت:

حرمت سود کی آیات نازل ہوئیں۔

وفود کی آمد:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۞ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۞ ﴾ [النصر ۱۱۰:۱-۲]

جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آجائے، اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں۔

اس ارشاد کے مطابق اسی سال وفود کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔

(تاریخ الاحکام و دین مصطفی)

علامہ عبدالمؤمن لکھتے ہیں:

وَ فِيهَا قَدِمَتِ الْوُفُوْدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ كُلِّ نَوَاحِيَ وَ كَانَتْ تُسَمّٰى سَنَةُ الْوُفُوْدِ. (سیرت دمیاطی ٢٦٦)

وفود کے آنے کا یہ سلسلہ وفات شریف تک جاری رہا۔اور تقریباً 80 وفود بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ (ضیاء النبی جلد چهارم)

وفود کی تعداد:

وفود کی تعداد بعض نے 60 سے زیادہ بیان کی ہے اور علامہ شامی نے سبل الہدی میں 100 سے زیادہ وفود کا ذکر کیا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

رأس المنافقین کی موت:

اسی سال ماہ شوال میں عبداللہ بن ابی بن سلول رأس المنافقین مرا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا نماز جنازہ پڑھنا:

رسول اللہ ﷺ نے اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر اور بعض حکمتوں کے پیش نظر اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد کسی منافق پر نماز جنازہ کبھی نہیں پڑھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا تھا:

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا...... ﴾ [التوبه ٩:٨٤]

اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں۔

حضرت کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا کی وفات:

اسی سال حضرت کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا بنت رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ:

اور اسی سال نبی ﷺ کو نجاشی کے حبشہ میں فوت ہونے کی خبر ملی تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ نیز اس سال بعض دستے بھی روانہ کیے گئے۔

نبوت کے جھوٹے مدعی:

مسیلمہ کذاب نے نبی ﷺ کی خدمت میں خط لکھا۔ اسود عنسی مدعی نبوت ہوا۔ طلیحہ بن خویلد اسدی مدعی نبوت ہوا اور چوتھی مدعیہ نبوت سجاع بنت الحارث بن مؤید، بنی یربوع کی ایک عورت تھی۔ یہ سب جھوٹے مدعی تھے جو حضور ﷺ کی وفات کے بعد نبوت کے دعویدار بنے تھے۔

صاحب مدارج النبوت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہجرت کے گیارہویں سال نبوت کے دعوے کیے تھے۔ مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی بن حرب حبشی نے قتل کیا تھا اور اسود عنسی کو فیروز نے یمن میں مار ڈالا تھا۔

ہجرت کے دسویں سال کے واقعات

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا:

اسی سال حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔

وفود کا آنا:

اس کے بعد وفد بنی حنیفہ آیا۔ اس کے بعد وفد نجران آیا۔

نصاریٰ سے مباہلہ:

اسی موقعہ پر عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کا واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر سورہ آل عمران کی اس آیت میں ہے۔

﴿فَمَنْ حَآجَّکَ فِیهِ مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ وَنِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۞﴾ [ال عمران ۳:۶۱]

پھر (اے محبوب) جو لوگ عیسیٰ کے بارے میں آپ سے حجت بازی کریں کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا تو (ان سے) فرمائیں آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی پھر عاجزی سے اللہ کے حضور دعا کریں تو اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یمن کی طرف روانگی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ماہ رمضان 10 ہجری میں یمن کی جانب روانہ فرمایا اور آپ کے ساتھ 300 سوار بھی تھے۔ پھر بعد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حج بیت اللہ سے واپس آ کر شریک ہوئے تھے۔

حجۃ الوداع:

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع ادا فرمایا۔ (تاریخ الاحکام)

ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام شریک ہوئے۔ اسی حج کے موقع پر عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿......اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمْ

الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدہ ۵:۳]

آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور پسند کر لیا تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین۔

خطبہ غدیر خم:

اسی حج سے واپس آتے ہوئے ایک منزل غدیر خم نامی پر خطبہ دیا جس میں اہل بیت کے ساتھ محبت کرنے کی تاکید فرمائی۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوستی میری دوستی ہے اور میری دوستی علی کی دوستی۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا انسانی شکل میں آ کر سوال کرنا:

اسی سال حضرت جبریل علیہ السلام نے لوگوں کو دین سکھانے کے لئے ایک سائل کی صورت میں حاضر ہو کر چند سوالات کئے جو حدیث جبریل میں مذکور ہیں۔

سریہ خالد اور جیش جریر بن عبداللہ کی روانگی ہوئی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات:

اسی سال حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ماہ ربیع الاوّل میں وفات ہوئی۔

وَ فِيْهَا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ.

(سیرت دمیاطی)

ہجرت کے گیارہویں سال کے واقعات

سریہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔ ماہ ذی الحجہ کے باقی دن اور محرم صفر میں قیام پذیر رہے۔ پھر آپ نے لوگوں کو شام کی طرف جانے کے لئے تیاری کا حکم دیا اور اس لشکر کا امیر حضرت اسامہ بن زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو بنایا تاکہ وہ اپنے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں سے بدلہ لیں۔ مگر یہ سریہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے روانہ نہ ہوسکا تھا پھر بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روانہ کیا تھا۔

وفات شریف:

اسی سال ماہ صفر کی 28 تاریخ کو بدھ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور 13 یا 14 یوم کے مرض کے بعد اکثر روایات کے مطابق 2 ربیع الاول کو آفتاب عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا فانی سے وصال فرمایا۔ اور اس طرح کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا وعدہ پورا ہوگیا۔

عمر شریف:

وفات شریف کے وقت آپ کی عمر شریف 63 برس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کے حجرہ شریف میں دفن کئے گئے جس پر گنبد خضراء بنا ہوا ہے جو مرجع خلائق ہے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

باب ھفتم:

وصال شریف

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۞ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۞﴾

[زمر ۳۹:۳۰۔۲۹]

بیشک آپ پر موت آنی ہے اور یقیناً انہیں بھی مرنا ہے۔ پھر یقیناً تم قیامت کے دن اپنے رب کی بارگاہ میں جھگڑو گے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کی وفات شریف کا ذکر ہے۔

آخرت کی تیاری:

حق تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا تھا۔ جب وہ مقصد پورا ہو گیا اور اس کے بعد اس دنیا سے نبی ﷺ کے جانے کا وقت قریب آ گیا تو پھر آپ ﷺ نے آخرت کی تیاری شروع فرمائی۔

سورہ نصر کا نزول:

چنانچہ بعض روایت کے مطابق سورہ نصر شریف وصال شریف سے 6 ماہ قبل نازل ہوئی تھی اور اس میں آپ کو وصال شریف کی خبر دی گئی تھی۔ بعض نے فرمایا سورہ نصر مقام منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ (قرطبی ۲۰:۲۳۲۔ کمالین۔جامع البیان)

چنانچہ اس سورہ مبارکہ کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہ

عنہا کو بلا کر فرمایا کہ مجھے اپنی موت کی خبر دی گئی ہے۔ وہ یہ سن کر رو پڑیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مت روئیں کیونکہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے تم ملو گی۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہ عَنہا خوشی سے ہنس پڑیں۔

البخاری ، کتاب المغازی ، باب ۸۳ مرض النبی ﷺ و وفاته ، حدیث ٤٤٣٤_٤٤٣٣

المشکوة ، کتاب الفضائل ، باب هجرة اصحابه من مکة و وفاته ، ٥٩٦٩

الدارمی ، ١ : ٣٠ المقدمة باب فی وفاة النبی ﷺ حدیث ٧٩

غرضیکہ آپ نے اس کے بعد آخرت کی مکمل تیاری فرمائی۔ آپ ہر وقت امت کی تعلیم کے لئے تسبیح و استغفار پڑھتے تھے۔ آخری ماہ رمضان میں 10ھ کو آپ ﷺ نے 20 دنوں کا اعتکاف فرمایا۔ اسی ماہ رمضان المبارک میں آپ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ 2 مرتبہ قرآن مجید کا دور فرمایا اور 10 ہجری کو حجۃ الوداع کے موقع پر مقام عرفات میں سورہ مائدہ کی آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ......﴾ نازل ہوئی جس میں تکمیل دین کا اعلان کیا گیا اور حجۃ الوداع کے خطبہ شریفہ میں الوداعی جملے ارشاد فرمائے جس سے واضح تھا کہ اب محبوب کائنات ﷺ کی جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے اور خالق کائنات سے وصال کا شوق بڑھ گیا ہے۔ یہ آیت عرفات میں نازل ہوئی تھی۔

شہداء احد کی قبروں کی زیارت:

ماہ صفر 11ھ کو شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جا کر نماز پڑھی اور دعائیں کیں پھر واپس تشریف لا کر منبر شریف پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

بیماری کا آغاز:

22 صفر 11ھ کو حضرت میمونہ رَضِیَ اللہ عَنہا کے گھر سر مبارک میں درد سے بیماری

کا آغاز ہوا اور 13 یا 14 دن تک بیمار رہے۔ ان دنوں میں تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں پڑھاتے رہے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہ عَنھَا کا ارشاد اور حضور کا وصال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ہفتہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہ عَنھَا کے حجرہ میں گزارا۔ آپ فرماتی ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے گھر میں میرے تھوک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوک مبارک (لعاب) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے وقت جمع فرمادیا۔ وہ اس طرح کہ میرے پاس اس وقت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق (یعنی میرے بھائی) آئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ دیئے بیٹھی تھی۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ عبدالرحمٰن کی طرف دیکھ رہے ہیں تو میں پہچان گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا میں ان سے آپ کے لئے مسواک لے دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک سے اشارہ فرمایا ہاں۔ تو میں نے وہ مسواک لے لی۔

آپ پر مسواک سخت ہوئی میں نے کہا کہ کیا آپ کے لئے نرم کردوں؟ تو سر مبارک سے اشارہ فرمایا ہاں۔ چنانچہ میں نے مسواک نرم کر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک دانتوں پر پھیرا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن تھا جس میں پانی تھا۔ آپ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالتے پھر انہیں چہرہ انور پر پھیرتے تھے اور زبان مبارک سے فرماتے تھے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَات. اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، بلاشبہ موت کی بہت سختیاں ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام:

پھر اپنا ہاتھ کھڑا کر کے فرمانے لگے فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی بہت بلند دوستوں میں

ملا دیجئے۔ یہاں تک کہ جان (روح) شریف قبض کرلی گئی اور آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک جھک گیا

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں۔ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی.

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ عَنْھَا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو وصال کے وقت دیکھا آپ کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا آپ اس میں دست مبارک ڈالتے اور چہرہ پر ملتے پھر آپ ﷺ نے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی مُنْکَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ قَالَ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ۔

اے اللہ! موت کی سختیوں پر (یا آپ نے فرمایا) موت کی بیہوشیوں پر میری مدد فرما

یوم وصال مصطفیٰ ﷺ:

13 یا 14 دن بیمار رہنے کے بعد پیر کے دن 2 ربیع الاول 11ھ کو 63 برس کی عمر شریف میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔(سیرت رسول عربی)

وصال مصطفیٰ ﷺ بالاتفاق پیر کے دن ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ عَنْھَا فرماتی ہیں کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کا وصال سوموار کے دن ہوا۔ نیز حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سوموار کے دن رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا۔ پھر اس دن اور منگل کی رات (انتظام خلافت وغیرہ کی وجہ سے) توقف کے بعد آئندہ رات (بدھ کی رات) آپ ﷺ کو دفن کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت، بعثت مکہ معظمہ سے ہجرت، مدینہ منورہ داخلہ اور وصال کا دن پیر (سوموار) ہے۔

روشنی اور تاریکی:

نبی کریم ﷺ کا پیر کے دن بوقت چاشت یا غروب آفتاب کے وقت وصال ہوا تو دنیا تاریک ہوگئی جس طرح غروب آفتاب کے وقت رات چھا جاتی ہے۔ آفتاب نبوت کے

غروب ہونے سے تاریکی ہوئی۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِيْنَةَ، اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَّ مَا نَفَضْنَا اَيْدِيَنَا مِنَ التُّرَابِ ، وَ اِنَّا لَفِىْ دَفْنِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰى اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا.

(الشمائل المحمدية للترمذي باب ما جاء في وفاة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حديث ٣٧٥)

جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انوار نبوت سے ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا ہر چیز تاریک ہوگی اور ابھی ہم نے (قبر شریف کی) مٹی مبارک سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے یعنی تدفین ہی میں مصروف تھے کہ ہمارے دلوں کی حالت بدلی ہوئی تھی۔ یعنی شدت غم ورنج کی وجہ سے)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ کوئی اچھا اور روشن دن نہیں دیکھا جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے (کیونکہ وہ جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار عام کا دن تھا) اور میں نے کوئی غمگین کرنے والا برا اور تاریک دن اس سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا جس دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ہے۔ کیونکہ وہ دن محبوب خدا اور رحمت کائنات کی جدائی وفراق کا دن تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا جو صدمہ ہوا تھا اس کا اندازہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے کیا جاسکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سب کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس وقت خطبہ دیا جو ایک تسلی کا پیغام تھا جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ صدمہ برداشت کرنے کا درس ملا۔

شرکاءِ غسل شریف:

رسول اللہ ﷺ کو انہیں کپڑوں میں غسل دیا گیا تھا جو زیب تن تھے۔ آپ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ مگر زیب تن کپڑے مبارک اتار لئے گئے تھے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پردہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ مگر بعض کتب میں ہے کہ یہ سب حضرات غسل کروانے میں شریک تھے۔ حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت صالح جن کا نام شقران تھا، حضرت اوس بن خولی الانصاری اور حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح بھی بیان ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیتے تھے، حضرت فضل اور حضرت قثم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا دونوں بھائی ان کے ساتھ شریک تھے اور حضرت اسامہ اور حضرت صالح رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا پانی ڈالتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ کو اسی حجرہ شریفہ میں غسل دیا گیا جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ آپ کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔

نمازِ جنازہ:

وہیں تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم نے صلوۃ وسلام کی صورت میں باری باری بغیر کسی امام کے نماز جنازہ پڑھی۔ سیرت ابن کثیر میں ہے کہ سب نے صف بستہ ہو کر بغیر امام کے عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ.

پھر نبی ﷺ کو اسی حجرہ شریف میں دفن کیا گیا جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔

قبر شریف میں اتارنے والے:

حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل، حضرت صالح (شقران) رضی اللہ عنہم

ایک روایت میں حضرت اسامہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہم کے اسماء بھی وارد ہیں۔ (النبی الاطہر اردو ۱۷۹)

بعض نے قبر میں اتارنے والوں کے نام اس ترتیب سے ذکر کیے ہیں۔ حضرت علی حضرت عباس، حضرت عباس کے دو صاحبزادے، حضرت فضل اور حضرت قثم رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ حضرت اسامہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل اور حضرت قثم رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں داخل ہوئے۔ حضرت قثم رضی اللہ عنہ آخری شخص تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے باہر آئے۔ (مدارج النبوت)

قبر شریف پر پانی چھڑکا گیا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رُشَّ قَبْرُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ كَانَ الَّذِیْ رَشَّ الْمَاءَ عَلٰى قَبْرِهٖ بِلَالُ ابْنُ رَبَاحٍ بِقُرْبَة، بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى رِجْلَيْهِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ. (المشکوۃ کتاب الجنائز، باب دفن المیت، حدیث ۱۷۱۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے پانی اس طریقہ سے چھڑکا کہ مشکیزہ کے ساتھ سر کی جانب سے شروع کیا یہاں تک کہ پاؤں تک پہنچا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ علی قاری رَحِمَهُ اللّٰهُ الْبَارِی امام طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

لَعَلَّ ذٰلِكَ اِشَارَةٌ اِلٰى اِسْتِنْزَالِ الرَّحْمَةِ الْاِلٰهِيَّةِ، وَالْعَوَاطِفِ الرَّبَّانِيَّةِ كَمَا وَرَدَ فِی الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبُرْدِ. (مرقاۃ ۴:۱۶۷)

کہ شاید اس میں رحمت الٰہیہ اور عواطف ربانیہ کے نزول کی طرف اشارہ ہے جیسے حدیث میں وارد ہے: یا اللہ اس کے گناہوں کو پانی، برف اور ٹھنڈک کے ساتھ دھو ڈال۔

قبر شریف کوہان نما تھی:

عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ ﷺ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ مُسَنَّمًا.

البخاری کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ حدیث ۱۳۹۰

چنانچہ حضرت سفیان تمار ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کو کوہان نما دیکھا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ قبر شریف زمین سے ایک بالشت بلند کی گئی تھی اور تین گز زمین میں گہری تھی۔ (طبقات ابن سعد)

قبر شریف کو ظاہر نہ کرنے کی وجہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. لَوْ لَا ذٰلِكَ اُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ اَنَّهُ خَشِيَ، اَوْ خُشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا.

البخاری کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ حدیث ۱۳۹۰

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مرض میں (جس سے آپ اٹھ نہ سکے، دوسری روایت میں ہے کہ جس میں آپ نے انتقال فرمایا) فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنالیا (کہ قبروں کی طرف سجدہ کرنے لگے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ آپ کی قبر شریف کو سجدہ گاہ بنالیں گے تو آپ کی قبر شریف ظاہر کی جاتی

لہٰذا اسی لئے قبر شریف کو ظاہر نہیں کیا گیا۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو قبر شریف کے حائل پردہ اٹھا دیا جاتا اور قبر شریف کو ظاہر کیا جاتا تا لوگ زیارت کرتے مگر ایسا نہیں کیا گیا تا کہ نازیبا باتوں سے محفوظ رہے۔

میری زندگی اور موت بہتر ہے:

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَمَوْتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ.

الشفاء، الباب الاول فی ثناء اللہ تعالی و اظہارہ عظیم قدرہ لدیہ، الفصل الاول، ۱:۱۸

کہ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔

هٰذَا الْحَدِیْثُ رَوَاهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ، وَ رَوَاهُ الْحَارِثُ بْنُ اَبِیْ اُسَامَةَ فِیْ مُسْنَدِهٖ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ اَیْضًا.

نسیم الریاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلی لقدر النبی ﷺ، ۱:۱۷۳

اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صحیح سند سے روایت کیا ہے اور اسے حارث بن ابی اسامہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کا دنیا میں زندہ رہنا امت کے لئے بہتر ہونا تو ظاہر ہے کہ وحی کا نزول ہوتا تھا، دیدار عام تھا جو جان عبادت تھا اور آپ کی وفات کا امت کے لئے رحمت اور بہتر ہونا یوں ہے کہ امت کے لئے اعمال نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں تو آپ برے اعمال والوں کے لئے شفاعت فرماتے ہیں، استغفار کرتے ہیں اور دوسرے حضرات کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ اچھی حالت پر قائم رہیں۔ اس لئے امت کے لئے زندگی اور موت دونوں رحمت ہے اور موت سے مراد ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا ہے۔ آپ

ﷺ قبر میں زندہ ہیں اس لئے آپ ﷺ کی برزخی زندگی بھی امت کے لئے رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۞﴾ [الانبیاء ۲۱:۱۰۷]

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے محبوب) مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

لہذا آپ عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت سب کے لئے رحمت ہیں۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

آپ ﷺ کا کوئی وارث نہیں:

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمَا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال کے بعد نہ درہم و دینار چھوڑے، نہ بکریاں اور اونٹ اور نہ آپ ﷺ نے کسی چیز کے بارے میں کوئی وصیت فرمائی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَانُوْرَثُ، مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ۱۔حدیث، ۳۰۹۳

المسلم، کتاب الجهاد والسیر باب ۱۵ ـ حدیث، ۴۹

ابو داوٗد، کتاب الخراج والفیء والامارة، باب فی صفایا رسول اللّٰه، حدیث ۲۹٦۱

مسند احمد بن حنبل، جلد ۱ صفحه ۱۳ حدیث ٥٦

المشکوة، کتاب الفضائل الشمائل، باب ما ترک رسول اللّٰه دینارا و لا درهما، ٥۹۷٦

ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوسکتا جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ سب صدقہ ہے۔

اِنَّا مَعۡشَرَ الۡاَنۡبِیَاءِ لَانُوۡرَثُ. (مسند احمد ۲: ٦۱۰ حدیث ۹۹۸٥)

ہم نبیوں کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ (انبیاء کرام کا ورثہ علم ہے)

چنانچہ حضرت بشیر بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

......اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ، اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا، اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ ......

الترمذی، ابواب العلم، باب فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ۲۸۲۲

ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، ۳۶۳۶

الدارمی، باب فی فضل العلم والعالم، ۱:۶۸ حدیث ۳۴۲

المشکوۃ، کتاب العلم، الفصل الثانی، حدیث ۲۱۲

بیشک علماء نبیوں کے وارث ہیں اور بلا شبہ انبیاء کرام نے میراث نہیں چھوڑی نہ دینار کی اور نہ درہم کی اور انہوں نے صرف علم کی میراث چھوڑی ہے۔

یعنی نبیوں کا ورثہ علم ہے اور اس کے وارث علماء ربانی ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبیوں کا ورثہ و ترکہ دنیاوی مال متاع نہیں ہوتا کہ وہ خاندان میں تقسیم کیا جائے بلکہ ان کا ورثہ علم ہے جو امت کے ہر فرد کے لئے ہے مگر اس ورثہ کو صرف علماء ہی حاصل کرتے ہیں۔ لہذا علماء کرام نبیوں کے وارث ہیں۔

عمرو بن حارث جو ام المؤمنین جویریہ بنت حارث کے بھائی ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت نہ کوئی درہم و دینار چھوڑا اور نہ ہی کوئی غلام اور لونڈی۔ نہ کوئی اور چیز چھوڑی تھی سوائے ایک سفید خچر، ہتھیار اور زمین کے جس کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔ یعنی تینوں چیزیں صدقہ کر دیں۔ علامہ عینی نے نقل کیا ہے کہ یہاں زمین فدک مراد ہے جسے پہلے صدقہ کر دیا تھا اور وفات شریف کے وقت اس کی خبر دی تھی تا کہ صدقہ میں داخل کر دیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے وارث

کچھ دینار تقسیم نہ کریں۔ میں نے اپنی بیویوں کے نفقہ اور عاملوں کی اجرت کے بعد جو چھوڑا وہ سب صدقہ ہے۔

ان حدیثوں کے علاوہ متعدد صحابہ کرام سے اور بہت سی حدیثیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کا متروکہ مال تقسیم نہیں ہوا۔ اس قسم کی حدیثیں متعدد صحابہ سے مروی ہیں۔ غرضیکہ حضور کے وصال شریف کے بعد ازواج مطہرات کے نفقہ کے علاوہ باقی مال صدقہ تھا کیونکہ اللہ کے نبی کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

حیات النبی ﷺ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۞﴾

[البقرہ ۲: ۱۵٤]

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں۔

علماء، محدثین اور مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی رحمت ﷺ پر وعدہ خداوندی کے مطابق موت آئی ہے مگر صرف ایک خاص وقت کے لئے۔ آپ پھر اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ مگر بعض حضرات حیات رسول اللہ ﷺ کا انکار کرتے ہیں جو قابل توجہ اور قابل ذکر نہیں۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے جواب میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ

علیہِمُ السَّلامُ .

سنن النسائی ، کتاب الجمعة ، اکثار الصلاة علی النبی یوم الجمعة ، ١٣٧٥

ابو داوٗد ، باب تفریع ابواب الجمعة ،حدیث ١٠٤٣

سنن ابن ماجة ، کتاب القیامة الصلاة و السنة فیها، باب فی فضل الجمعة ، ١٠٨٥

سنن الدارمی ، کتاب الصلاة ، باب فی فضل الجمعة ، ١٥٧٢

مسند احمد ، ٤:١٢ حدیث ١٦١٦٨

المشکوة ، کتاب الصلاة ، باب الجمعة ، الفصل الثانی ١٣٦١

کہ اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب نبیوں کے اجسام شریفہ قبروں میں محفوظ ہوتے ہیں کیونکہ زندہ ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے جواب میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ

سنن ابن ماجة ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته و دفنه ، ١٦٣٧

المشکوة ، کتاب الصلاة ، باب الجمعة ، الفصل الثانی ١٣٦٦

بیشک اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے زمین پر کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں وہ روزی دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

اَیْ جَمِیْعُ اَجْزَائِهِمْ ،فَلا فَرْقَ لَهُمْ فِی الْحَالَیْنِ وَلِذَا قِیْلَ :اَوْلِیَاءُ اللّٰهِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنَّ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ ،وَ فِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ الْعَرْضَ عَلٰی مَجْمُوْعِ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ، مِنْهُمْ بِخِلافِ غَیْرِهِمْ وَمَنْ فِیْ مَعْنَاهُمْ مِنَ الشُّهَدَاءِ

وَالْاَوْلِیَاءِ فَاِنَّ عَرْضَ الْاُمُوْرِ وَمَعْرِفَۃَ الْاَشْیَاءِ اِنَّمَا ھُوَ بِاَرْوَاحِھِمْ مَعَ اَجْسَادِھِمْ

مرقاۃ المفاتیح ،کتاب الصلاۃ ، باب الجمعۃ ، الفصل الثانی ۳:۴۱۵۔۴۱۴)

یعنی ان کے تمام اجزاء بدن محفوظ ہوتے ہیں۔لہذا اسی لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوست مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ درود کا پیش ہونا ان سے روح وجسم کے مجموعہ پر ہے بخلاف دوسروں کے اور وہ جو ان کے معنی میں شہیدوں اور ولیوں سے ہیں کیونکہ ان امور کا پیش ہونا اور چیزوں کی معرفت وہ ان کی ارواح اور جسموں کے ساتھ ہے۔

لہذا انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام روح وبدن کے ساتھ زندہ ہیں۔

ابویعلی موصلی اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے:

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ. (مسند ابو یعلی الموصلی)

انبیا کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں۔

انبیاء کرام کے اپنی قبروں میں زندہ ہونے کی واضح دلیل ہے کہ سب کا بیت المقدس میں نماز پڑھنا اور آسمانوں پر مختلف مقام پر ملاقاتیں کرنا ثابت ہے۔

امام بیہقی ارشاد فرماتے ہیں:

وَحُلُوْلُھُمْ فِیْ اَوْقَاتٍ مُخْتَلِفَۃٍ فِیْ اَمَاکِنَ مُتَعَدِّدَۃٍ جَائِزٌ عَقْلًا، کَمَا وَرَدَ بِہٖ خَبَرُ الصَّادِقِ. (مرقاۃ المفاتیح ،کتاب الصلاۃ ، باب الجمعۃ ، الفصل الثانی ۳ : ۴۱۵)

اور ان کا مختلف اوقات میں کئی جگہوں میں اترنا (داخل ہونا) عقلا جائز ہے جیسا کہ سچی خبر میں وارد ہے۔

جیسے حدیث معراج میں ہے لہذا ثابت ہوا کہ سب نبی زندہ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ اولیٰ زندہ ہیں۔یہی بات حق ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔

باب هشتم:

امہات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُنَّ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ط......﴾ [احزاب ۳۳:۶]

یہ نبی ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ......﴾ [الاحزاب ۳۳:۳۲]

اے نبی کی (پاک) بیویو تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں اگر اللہ سے ڈرتی ہو۔ (اور یقیناً ڈرتی ہو)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿......اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۝﴾

[الاحزاب ۳۳:۳۳]

اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے رسول کے گھر والو تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے۔

ازواج مطہرات ادب واحترام کے اعتبار سے سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ ان کا اجمالی ذکر یہ ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا:

سب سے پہلی زوجہ حضرت خدیجہ کبریٰ بنت خویلد القرشیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا ہیں نبوت سے پہلے زوجیت میں آئیں اس وقت عمر 40 سال تھی مگر ان کی زندگی بھر رسول اللہ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ وہ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا ہی تھیں باوجود عورت ہونے کے نبوت کا بارگراں اٹھانے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مصائب وتکالیف برداشت کیں اور جان مال اس راہ میں خرچ کیا۔ ہجرت سے تین سال قبل انتقال کیا۔

حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا:

آپ کی وفات کے بعد حضرت سودہ بنت زمعۃ القریشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے شادی کی انہوں نے ہی بعد کو اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو دے دیا تھا۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا:

پھر حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر الصدیق (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا) سے عقد کیا۔ ازواج مطہرات میں صرف یہی ایک جوان تھیں۔ سب سے زیادہ ذی علم تھیں۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے فتوی لیتے تھے...... آپ کی یہ فضیلت کیا کم ہے کہ آپ کی طہارت وبراءت پر خود قرآن نے شہادت دی ہے۔

حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا:

پھر حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا) سے شادی کی۔ ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں طلاق دے دی تھی مگر پھر رجوع کرلیا تھا۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا:

ان کے بعد حضرت زینب خزیمہ بنت الحارث القیسیہ رَضِیَ اللّٰہُ عنہا ہیں جو شادی کے دو ماہ بعد فوت ہو گئیں۔

حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ القرشیۃ المخزومیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا:

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا سے شادی ہوئی جو ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ عرصہ زندہ رہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا:

پھر حضرت زینب بنت جحش رَضِیَ اللّٰہُ عنہا (قبیلہ بنی اسد) سے شادی کی یہ آپ کی پھوپھیری بہن یعنی امیمہ کی بیٹی تھیں۔

انہیں کے متعلق قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی کہ

﴿...... فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَہَا......﴾ [الاحزاب ۳۳ :۳۷]

پھر زید نے جب اس سے (اپنا تعلق قطع کرنے کی) غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا نکاح اس سے کر دیا۔

وہ اس پر فخر کیا کرتیں اور دوسری بیویوں سے کہتیں تمہیں تمہارے ماں باپ نے بیاہا ہے مگر میرا رشتہ خود اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر جوڑا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اوائل خلافت میں انتقال کیا۔

حضرت جویریہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا:

پھر حضرت جویریہ بنت حارث رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا سے شادی کی جو بنی مصطلق کے

قیدیوں میں سے تھیں جو اپنا فدیہ دینے میں مدد لینے کے لئے حاضر ہوئیں۔ آپ نے فدیہ ادا کردیا اور عقد کرلیا۔

حضرت ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا:

پھر ام حبیبہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا ہیں جو عبداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں۔ دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ شوہر نے مرتد ہو کر عیسائیت قبول کرلی مگر وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ آپ ﷺ کو خبر پہنچی تو نجاشی کو ان کی شادی کے لئے لکھا نجاشی نے خود ہی مہر ادا کیا اور شادی کردی۔ یہ واقعہ 7ھ کا ہے۔

حضرت صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا:

ان کے بعد حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا سے شادی ہوئی۔ یہ جنگ میں خاص آپ ﷺ کے حصہ میں کنیز ہو کر آئی تھیں آپ نے آزاد کردیا اور اسی آزادی کو مہر قرار دے کر عقد کرلیا جس کے بعد یہ سنت پوری امت کے لئے قائم ہوگئی کہ انسان کنیز کو آزاد کرکے اس کی آزادی کو مہر قرار دے کر شادی کرلے۔

(زیادہ تفصیل کے لئے زرقانی شرح مواہب دیکھئے)

حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا:

پھر حضرت میمونہ بنت حارث الہلالیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا سے شادی کی۔ یہ آخری شادی تھی۔ (مختصر زاد المعاد)

جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کی 9 ازواج مطہرات زندہ تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا مکہ شریف میں وفات پاگئی تھیں۔

آپ ﷺ کی اولاد پاک:

سب سے بڑے بیٹے ابو قاسم، پھر زینب، پھر رقیہ، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ، پھر عبد اللہ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن) یہ سب کے سب ام المؤمنین حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا سے تھے۔ کسی اور بیوی سے اولاد نہ ہوئی۔ البتہ آپ کی کنیز ماریہ قبطیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا سے مدینہ منورہ میں 8 ہجری کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے لیکن حالت شیر خوارگی ہی میں فوت ہو گئے۔ آپ کی تمام اولاد آپ کی حیات ہی میں فوت ہوئی بجز حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کے جو چھ ماہ بعد تک زندہ رہیں۔ طیب و طاہر یہ دونوں حضرت عبداللہ کے لقب تھے۔

باب نہم:

خصائص الرسول ﷺ

یعنی وہ خصوصی فضائل جو آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہیں اور دیگر انبیاء کرام میں نہیں پائے جاتے ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہے مگر صرف حصول ثواب کی خاطر بعض مشہور اور مستند خصائص یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔ اَقُوْلُ وَ بِاللّٰہِ التوفیق

سب نبیوں سے عہد لیا گیا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۞﴾

[آل عمران ۳:۸۱]

اور (اے محبوب یاد کیجئے) جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر آئے تمہارے پاس (عظمت والا) رسول تصدیق کرنے والا اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہو تو ضرور ضرور تم اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا فرمایا پس گواہ رہنا اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس آیت میں رسول سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک نبی ﷺ ہیں جن پر ایمان

انے اور مدد کرنے کا وعدہ نبیوں سے لیا گیا ہے تو یہ رسول کریم ﷺ کے لئے ایسی عظیم خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کے سوا دوسرے کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

وَ هٰذِهٖ خُصُوْصِيَّةٌ لَيْسَتْ لِاَحَدٍ مِنْهُمْ سِوَاهُ. (الفصول ١٤٤)

سب کے رسول:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ......﴾ [اعراف ١٥٨:٧]

آپ فرما دیجئے! اے لوگوں بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ......﴾ [سبا ٢٨:٣٤]

اور (اے محبوب) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر (قیامت تک) تمام لوگوں کے لئے۔

سب کے لئے رحمت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞﴾ [الانبیاء ١٠٧:٢١]

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے محبوب) مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

سب کے لئے نذیر وبشیر:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۞﴾

[الفرقان ١:٢٥]

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے (مقدس) بندے پر اتاری تا کہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝﴾ [احزاب ۳۳:۴۶-۴۵]

اے نبی بیشک ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا آفتاب۔

سب سے آخری نبی:

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝﴾ [الاحزاب ۳۳:۴۰]

نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

رفعت ذکر:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝﴾ [الم نشرح ۹۴:۴]

اور ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

کلمہ شہادت، اذان و اقامت، خطبات اور نمازوں میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہوتا ہے۔ ہمیشہ سے آپ کا ذکر ہوتا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝﴾ [الضحی ۹۳:۴]

اور بیشک (ہر) پچھلی (گھڑی) آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

کیونکہ دن بدن آپ ہی کا چرچا ہو رہا ہے مشرق و مغرب، جنوب و شمال، فرش و عرش بلکہ ہر جگہ آپ ﷺ ہی کی چرچا ہے۔

حیات کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات کی قسم فرمائی ہے:

﴿ لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ۝ ﴾ [الحجر ۱۵:۷۲]

(اے محبوب) آپ کی جن کی قسم بیشک وہ (کفار مکہ بھی قوم لوط کی طرح) اپنے نشے میں مدہوش ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات اس لائق ہے کہ اس کی قسم فرمائی جائے کیونکہ حیات رسول وہ ہے کہ جس میں عام اور خاص برکتیں ہیں اور یہ سب برکتیں کسی اور کی حیات میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے کلام کی قسم فرمائی ہے تو ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کی بعض خصوصیات بیان کی گئی ہیں مثلاً رسالت عامہ، رحمت عامہ، ختم نبوت، رفعت حیات اور کلام کی قسم وغیرہ جو دوسرے انبیاء کرام میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں آپ کی بعض خصوصیات مذکور ہیں۔

سب سے پہلے نبی بنائے گئے:

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ!

مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ ؟ قَالَ: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ.

الجامع الترمذی، ابواب المناقت حدیث، ۳۸۵۲

آپ کو کب نبوت ملی؟ فرمایا: اس وقت جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے

درمیان تھے یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔

اَیْ قَبْلَ تَعَلُّقِ رُوْحِهٖ بِجَسَدِهٖ وَالْمُرَادُ السَّبْقُ وَالتَّقَدُّمُ. (حاشیہ ترمذی)

یعنی روح کے جسم کے ساتھ تعلق ہونے سے قبل نبی تھے اور یہاں سبقت و تقدم مراد ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتِمُ النَّبِیّٖنَ، وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ، وَ سَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِیْمَ، وَ بِشَارَةُ عِیْسٰی، وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ، وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ.

(شرح السنة، کتاب الفضائل ۷: ۳۵۲۰)

میں اللہ کے ہاں اس وقت آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ آدم گوندھی مٹی میں پڑے تھے۔ (پیدا نہیں ہوئے تھے) میں تم کو اپنے امر کی ابتدا بتاتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا نظارہ ہوں کہ جب میں پیدا ہوا انہوں نے دیکھا کہ ایک نور ان سے نکلا ہے جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔

خصائص خمسہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ، وَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْیُصَلِّ، وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ، وَ اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً.

البخاری ، کتاب التیمم ، باب ۱ ،حدیث ۳۳۵

المسلم ،کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ ،۳

النسائی ، کتاب الغسل والتیمم ، باب التیمم بالصعید ، حدیث ۴۳۲

مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی کو اللہ کی جانب سے عطا نہیں ہوئیں

(1) رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی جو ایک ماہ کی مسافت تک دشمنوں پر پڑتا ہے

(2) میرے لئے تمام زمین مسجد اور طہور بنائی گئی۔ میری امت کے ہر آدمی کو جہاں نماز (کا وقت) آجائے وہاں پڑھ لے۔

(3) مال غنیمت میرے لئے (حلال) ہے مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کیلئے درست نہیں تھا

(4) مجھے حق شفاعت ملا۔

(یعنی شفاعت عام جو محشر والوں کی پریشانی کے وقت ہو گی اور جس وقت سب پیغمبر لوگوں کو جواب دے دیں گے ورنہ شفاعت خاص تو اور لوگ بھی کریں گے۔ یا مراد وہ شفاعت ہے جو رد نہ ہوگی۔ یا وہ شفاعت جو رائی برابر ایمان والے کے لئے بھی فائدہ بخش ہو گی) (شرح النووی)

(5) اور ہر نبی صرف اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام انسانیت کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

خصائص ستہ:

سابقہ حدیث مبارکہ میں پانچ خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اس سے تحدید وحصر مراد نہیں ہے دوسری حدیث میں چھ کا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ. وَنُصِرْتُ

بِالرُّعْبِ. وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ .وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ طَهُوْرًا وَ مَسْجِدًا. وَ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً. وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ. (المسلم، کتاب المساجد، ٥)

کہ مجھے چھ باتوں کی وجہ سے دوسرے نبیوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے وہ کلام ملا جس میں لفظ تھوڑے اور معنی بہت ہیں (کلام اللہ یا رسول اللہ کے کلمات)، اور میں مدد دیا گیا رعب اور دبدبہ سے، میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں، میرے لئے ساری زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنادی گئی، میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرے اوپر نبوت ختم کردی گئی کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں تین فضیلتوں کا ذکر ہے ان میں سے تیسری چیز کا ذکر اس ارشاد میں ہے۔

......جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا کَصُفُوْفِ الْمَلٰئِکَةِ ......

المسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاة، ٤

مسند احمد، ٥: ٤٤٨، حدیث ٢٣٣١٣

ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کی گئیں ہیں۔

خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خصوصی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

......بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ بَیْنَ یَدَیَّ .

المسلم، کتاب المساجد، حدیث ٦

ایک مرتبہ میں سو رہا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے سامنے رکھ دی گئیں۔

امام نووی لکھتے ہیں:

هٰذَا مِنْ اَعْلَامِ النُّبُوَّةِ، فَاِنَّهُ اِخْبَارٌ بِفَتْحِ هٰذِهِ الْبِلَادِ لِاُمَّتِهٖ ، وَ وَقَعَ كَمَا اَخْبَرَ ﷺ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ. (شرح المسلم للنووی ،ج ۵،ص ۵)

نیز محشی لکھتے ہیں:

اَرَادَ مَا فَتَحَ عَلٰی اُمَّتِهٖ مِنْ خَزَائِنِ كِسْرٰی وَقَيْصَرَ.

(شرح المسلم للنووی ،۵: ۶)

سورہ بقرہ کی آخری آیات بھی عطا کی گئی۔

وَ اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَالطَّبْرَانِیُّ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَالْبَيْهَقِیُّ فِی الشُّعَبِ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ :اُعْطِيْتُ هٰذِهِ الْآيَاتِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ لَمْ يُعْطَهَا نَبِیٌّ قَبْلِیْ.

در المنثور ، سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶-۲۸۵، ج ۱:ص ۶۶۸

مسند احمد ، ۵:۴۴۸ ، حدیث ۲۳۳۱۳

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ مجھے سورہ بقرہ کی یہ آخری آیات عرش کے نیچے کے خزانہ سے عطا کی گئی ہیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔

نبی ﷺ کا دائمی معجزہ:

آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر نبی کا معجزہ اس کی ذات پر ختم ہو گیا مگر رسول اللہ ﷺ کا معجزہ آپ کے بعد قیامت تک باقی ہے اور وہ قرآن

عزیز ہے جس کے الفاظ و معانی دونوں معجزہ ہیں جس نے جن وانس کو چیلنج کیا کہ اس کی نظیر لائیں مگر سب عاجز آ گئے اور تا قیامت وہ اس پر قادر نہیں ہوں گے۔

اسراء و معراج:

نبی کریم رؤف ورحیم کی خصوصیات میں سے اسراء و معراج بھی ہے کہ مکہ شریف، بیت القدس پھر وہاں سے لے گیا جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اسراء کا ذکر سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں ہے اور معراج کا ذکر سورہ نجم میں ہے۔

امت کا اتفاق حجت ہے:

رسول اللہ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی امت جب کسی شرعی مسئلہ پر متفق ہو جائے تو امت کا قول خطاء سے معصوم و محفوظ ہوگا اور اسے حق وصواب ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ کتب اصول میں طے شدہ ہے۔ یہ آپ کی ایسی خصوصیت ہے جو آپ کی امت کے سوا کسی دوسری امت کو نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ امت اپنے رسول ﷺ کی وجہ سے امت خیر الامم ہے۔ (الفصول ١٤٤)

آپ قیامت کے دن سب سے پہلے اٹھیں گے:

آپ ﷺ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ روز قیامت سب سے پہلے آپ سے زمین کا پردہ چاک ہو گیا اور آپ باہر تشریف لائیں گے۔ قیامت کے روز جب لوگوں پر غشی طاری ہوگی تو رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے ہوش میں آئیں گے۔ (الفصول :١٤٥)

روز قیامت آپ علم بردار ہوں گے:

ان خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ روز قیامت آپ کے ہاتھ میں بہت بڑا جھنڈا ہوگا۔ آپ اور آپ کی امت کو دیگر امتوں سے الگ ایک بلند جگہ پر اٹھایا جائے گا۔ اللہ

تعالیٰ آپ کو اور آپ کی امت کو محشر میں سجدہ کرنے کی اجازت دے گا۔ دوسری امت کو اجازت نہیں ہوگی جیسا کہ ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ (الفصول ۱٤٦)

آپ صاحب الحوض ہوں گے:

آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ روز قیامت حوض کے مالک ہوں گے اور لوگ اس پر پانی پینے کے لئے آئیں گے۔ ترمذی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہوگا مگر ہمیں معلوم ہے کہ آپ کا حوض سب سے بڑا ہوگا اور اکثر پانی پینے والے اس پر وارد ہوں گے۔ (فصول ۱٤٦)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۞﴾ [الکوثر ۱:۱۰۸]

(اے حبیب) بیشک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی۔

دنیا بھر میں افضل جگہ کون سی ہوگی؟

جس شہر (مکہ مکرمہ) میں آپ مبعوث ہوئے وہ روئے زمین پر سب سے افضل جگہ ہے۔ اس کے بعد آپ کی ہجرت گاہ (مدینہ منورہ) بقول جمہور سب سے افضل ہے۔ بعض علماء کے نزدیک آپ کی ہجرت گاہ (مدینہ منورہ) افضل ترین جگہ ہے جیسا کہ امام مالک اور ان کے جمہور اصحاب سے منقول ہے۔ قاضی عیاض نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ بقول ان کے اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آپ کی قبر جس میں آپ کا جسد مبارک مدفون ہے سب سے افضل جگہ ہے۔ ان سے پہلے اس اجماع کو قاضی ابوالولید الباجی (متوفی 474ھ) ابن بطال (متوفی 449ھ) اور دیگر علماء نے نقل کیا ہے۔ (فصول ۱٤٦)

وَجُعِلَتْ اُمَّتِیْ خَیْرُ الْاُمَمِ. (فتح المبدی ۱:۱۷۵)

اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا گیا۔

یہاں صرف چند خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے زیادہ تحقیق و تفصیل کے لئے دیکھئے خصائص صغریٰ، خصائص کبریٰ، مواہب اللدنیہ اور سبل الہدیٰ والرشاد وغیرہ جن میں آپ ﷺ کی بے شمار خصوصیات مذکور ہیں۔

بابِ دھم:

معجزات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

جامع صفات ہستی:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جامع معجزات کثیرہ، جامع کمالات جلیلہ اور جامع صفات حمیدہ کے ساتھ متصف فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو معجزات دیئے ہیں وہ تمام انبیاء کرام کے معجزوں سے بہت ہی زیادہ ہیں۔ یہاں صرف چند معجزات کی طرف اشارہ کر دینا ہی حصول ثواب کے لئے کافی ہوگا۔

معجزات:

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے متعلق لکھتے ہیں

وَقَدْ رُوِيَتْ خَوَارِقُ لَا تُحْصٰى عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَكَلُّمِ الْبَهَائِمِ مَرَّاتٍ وَالْاَحْجَارِ مَرَّاتٍ وَالْاَشْجَارِ مَرَّاتٍ وَشَهَادَةِ الْكُلِّ بِنُبُوَّتِهٖ وَبُكَاءِ جِذْعِ النَّخْلِ يَوْمَ تَرْكِ الْاِتِّكَاءِ بِهٖ وَاِشْبَاعِ الْخَلْقِ الْعَظِيْمِ مِنْ طَعَامٍ قَلِيْلٍ مَرَّاتٍ عَدِيْدَةٍ وَ نُبُوْعِ الْمَاءِ مِنْ اَصَابِعِهٖ حَتّٰى كَفٰى قَوْمًا كَثِيْرًا وَ شِفَاءِ الْاَمْرَاضِ الصَّعْبَةِ مِنْ لَمْسِهٖ فِي السَّاعَةِ وَالْتِيَامِ الْجِرَاحَاتِ وَالْعِظَامِ الْمُنْكَسِرَةِ وَالْاَعْضَاءِ الْمَقْطُوْعَةِ فِي اللَّحْظَةِ وَاِظْلَالِ الْغَمَامَةِ وَانْشِقَاقِ الْقَمَرِ وَالْاِخْبَارِ بِالْمُغَيَّبَاتِ الْكَثِيْرَةِ جِدًّا اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا جَمَعَهٗ اَهْلُ الْحَدِيْثِ فِيْ مُجَلَّدَاتٍ وَصَرَّحُوْا بِاَنَّ مَا تَرَكُوْهُ اَكْثَرُ مِمَّا ذَكَرُوْهُ. (النبراس: ٤٤١-٤٤٠)

کہ نبی ﷺ کے بے شمار اور خوارق و معجزات بیان کیے گئے ہیں جیسے جانورو
پتھروں اور درختوں کا کئی بار کلام کرنا، سب کا آپ کی نبوت کی گواہی دینا، کھجور کے خشک
کا رونا جس دن آپ نے اس کے ساتھ تکیہ لگانا چھوڑ دیا تھا، بڑی مخلوق کا بہت تھوڑے کھا
پر بہت دفعہ شکم سیر ہو جانا، (غزوہ خندق میں یہ واقعہ پیش آیا تھا) آپ کی مبارک انگلیوں سے
پانی کا جاری ہونا یہاں تک کہ بہت سے صحابہ کے لئے کافی ہوا، (پتھروں سے پانی کا جاری
ہونا اتنا تعجب خیز نہیں جتنا کہ گوشت وخون سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا عجیب تر ہے)
سخت بیماریوں سے مریضوں کا اسی وقت چھونے سے ان کا شفاء پانا (مثلاً حضرت قتادہ کی
آنکھ کا واقعہ ہے) زخموں کا مل جانا، شکستہ ہڈیوں کا جڑنا اور کٹے ہوئے اعضا کا اسی وقت جوڑ
دینا، بادلوں کا سایہ کرنا (جو ترمذی اور دارمی میں مذکور ہے) چاند کا دو ٹکڑے ہو کر مل جانا،
(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [القمر ٥٤:١] قیامت
قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا)، ماضی اور مستقبل کے متعلق غیب کی بہت زیادہ خبریں
دینا اور ان کے سوا بہت سے معجزے ہیں جن کو محدثین نے بڑی بڑی کتابوں میں جمع کیا ہے
اور یہ بھی انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ بہت سے معجزات کا ذکر ترک کر دیا ہے۔

قرآن عظیم کا معجزہ ہونا:

یہاں صاحب نبراس نے دس سے زائد معجزے بیان کیے ہیں۔اس کے علاوہ بھی
معجزات ہیں اور قرآن عظیم تو تمام معجزات کا جامع ہے۔

پتھروں کا سلام کرنا، آپ کی دعا سے بارش کا ہونا، تھوڑے سے دوھ کا کافی ہونا کہ
سب نے پیٹ بھر کر پیا، جنگلی وحشی جانوروں کا احترام کرنا، شیر کا خادم رسول کی تعظیم کرنا، جن
کا بھاگ جانا کہ آپ کی دعا کرنے سے ایک بچے سے جن نکل گیا، اندھوں کا آپ کی دعا سے

شفاء پانا، لعاب دہن سے شفاء پانا، لعاب دہن شریف سے حضرت علی ﷛ کی آنکھوں کا صحیح ہوجانا۔ جھوٹے پانی سے بچے کا شفاء پانا، آپ ﷺ نے جو غیب کی خبریں دیں ان سب کا پورا ہونا۔ (ھذا الحبیب ٤٩٤)

غیب کی خبریں دینا:

نبی ﷺ کے معجزات سے یہ امر بھی ہے کہ مخفی امور اور جو کچھ گزرا ہے سب پر آپ کو مطلع فرمایا گیا اور جو کچھ ہوگا اس سے بھی خبردار کیا گیا۔

قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

وَالْاَحَادِیْثُ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ بَحْرٌ لَا یُدْرَکُ قَعْرُہٗ وَ لَا یُنْزَفُ غَمْرُہٗ وَ ھٰذِہِ الْمُعْجِزَۃُ مِنْ جُمْلَۃِ مُعْجِزَاتِہِ الْمَعْلُوْمَۃِ عَلَی الْقَطْعِ الْوَاصِلِ اِلَیْنَا خَبَرُھَا عَلَی التَّوَاتُرِ لِکَثْرَۃِ رُوَاتِھَا وَاتِّفَاقِ مَعَانِیْھَا عَلَی الْاِطِّلَاعِ عَلَی الْغَیْبِ

(الشفاء، فصل و من ذلک ما اطلع علیه من الغیوب و ما یکون ١:٢٠٦)

اس سلسلہ میں اتنی احادیث وارد ہیں کہ جن کا شمار اور احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے جو قطعی علم اور تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ تمام راوی اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو غیب پر مطلع فرمایا گیا تھا۔

یہاں چند مثالیں حصول برکت کے لئے پیش کی جارہی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ٤٥٦ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عمار ﷛ کی شہادت کی خبر دینا:

نبی ﷺ کا حضرت عمار بن یاسر ﷛ کے بارے میں خبر دینا کہ ان کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ حضرت علی ﷛ کی فوج میں تھے تو باغیوں کے ہاتھوں جنگ

صفین میں شہید ہوئے۔

باغی کس کو کہتے ہیں؟

باغی اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ مؤمن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ج فَاِنْ م بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی...... ﴾ [الحجرات ٤٩:٩]

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرادو پھر اگر ایک ان میں سے دوسری پر زیادتی کرے۔

وَیْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ.

البخاری ، کتاب الصلاۃ ، باب ٦٣ التعاون فی بناء المسجد ، حدیث ٤٤٧

المسلم ، کتاب الفتن و اشراط الساعة ، باب لا تقوم الساعة ، حدیث ٧٠

الترمذی ، ابواب المناقب ، باب ١١٠ ۔ حدیث ٤٠٥٢

مسند احمد ، ٢ : ٢١٨ ، حدیث ٦٥٠٦

عمار پر افسوس ہے اسے باغی جماعت شہید کرے گی۔

امام ابوالمعین میمون نسفی لفظ ''باغی'' کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ الْفِئَةُ الطَّالِبَةُ دَمَ عُثْمَانَ یُقَالُ بَغِیَ اِذَا طَلَبَ (تبصرة الادله ٢:٧٧٩)

اس کا معنی ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرنے والا گروہ جیسے کہا جاتا ہے بَغِیَ جب طلب کرے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دینا:

آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری دی۔ بشارت کے ساتھ فتنہ فساد سے

دوچار ہونے کی اطلاع بھی دی۔ چنانچہ وہ اپنا زمانہ خلافت میں اس امتحان سے دوچار ہوئے اور شہید ہوئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کی خبر دینا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ دو بڑی جماعتوں میں ان کے ذریعے صلح کرائے گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ ماہ بعد اسی طرح پوری ہوئی اور ان کے ذریعے دو بڑی جماعتوں میں صلح ہوئی۔

راہ خدا میں لڑنے والے کو جہنمی ہونے کی خبر دینا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شخص کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا یہ بتانا کہ یہ اہل جہنم سے ہے چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ یہ شخص اس جنگ میں زخمی ہوا اور اس نے اسی حالت میں خودکشی کر لی۔ یہ تمام وہ خبریں ہیں جو بغیر علم غیب کے کسی دوسرے ذرائع نجوم، قیافہ اور کہانت وغیرہ سے نہیں دی جا سکتیں۔

سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بشارت دینا:

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا یہ خبر دینا کہ اس کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں کسریٰ فتح ہونے کے بعد جب مال غنیمت میں کسریٰ کے کنگن آتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو بلاتے ہیں اور کنگن پہناتے ہیں۔

اسود عنسی کے قتل اور قاتل کی خبر دینا:

اسود عنسی کذاب کے قتل کئے جانے کی خبر دینا چنانچہ آپ کی خبر کے مطابق یمن میں بمقام صنعاء مارا جاتا ہے۔ جس کے ہاتھوں وہ مارا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی آپ نے

بتایا تھا کہ فلاں شخص قتل کرے گا۔

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینا:

نبی علیہ السلام کا نجاشی کی وفات کے بارے میں خبر دینا حالانکہ آپ کے اور اس کے درمیان کئی دن کی مسافت کا فاصلہ تھا۔ آپ علیہ السلام اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بقیع کی طرف گئے۔ وہاں جا کر آپ علیہ السلام نے اس کے لئے دعا مغفرت کی۔ (یعنی نماز جنازہ پڑھی) بعد میں معلوم ہوا کہ جس دن آپ نے اس کے مرنے کی خبر دی اسی دن اس کی موت واقع ہوئی تھی۔

حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کو جلدی ملاقات کی خبر دینا:

آپ علیہ السلام نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کو خبر دی کہ اے بیٹی تم سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا نبی علیہ السلام کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی اس دنیا سے چل بسیں۔ نبی علیہ السلام نے اپنی ازواج مطہرات کو اطلاع دی کہ تم میں سب سے پہلے مجھ سے آ کر وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔

حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کے جلدی وفات پانے کی خبر دینا:

حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا نے ان میں سب سے پہلے وفات پائی۔ کیونکہ حضرت زینب ان میں سب سے زیادہ کشادہ دست اور فیاض تھیں۔ ہاتھ کا لمبا ہونا عربی میں کشادہ دست اور فیاضی سے کنایہ ہے۔ (جوامع السیرت)

عورتوں کا برا فتنہ:

مسلم شریف میں ارشاد نبوی ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ. وَ اِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْهَا. فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ. فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا

النِّسَاءَ. فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ.

مسلم ، كتاب الرقاق ، باب اكثر اهل الجنة الفقراء ، حديث ۹۹

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا شیریں اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو اس میں خلیفہ بنانے والا ہے پھر وہ دیکھے گا کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو، سو تم دنیا سے اور عورتوں سے بچو، کیونکہ بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں تھا۔

حضرت اسامہ بن زید اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِي النَّاسِ، فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.

المسلم ، كتاب الرقاق ، باب اكثر اهل الجنة الفقراء ، حديث ۹۸

میں نے اپنے بعد لوگوں میں مردوں پر عورتوں سے زیادہ مضر فتنہ کوئی نہیں چھوڑا۔

زیادہ تحقیق و تفصیل کے لئے الشفاء، شمائل الرسول لابن کثیر، المواہب اللدنیہ، الخصائص الکبریٰ اور سبل الہدیٰ والرشاد وغیرہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

باب یازدھم:

حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حقوق العباد کے متعدد شعبے اور قسمیں ہیں مگر حقوق اللہ کے بعد ساری مخلوقات سے سب سے زیادہ مقدم اور اہم حقوقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے بعد دیگر حقوق العباد کا درجہ ہے۔ اور حقیقت میں حقوق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حقوق اللہ میں داخل ہیں۔ حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو بے شمار ہیں مگر ان میں سے بعض یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق

ایمان بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم:

کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿......فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ......﴾ [الاعراف ۱۵۸:۷]

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے (اس) رسول نبی، امی (لقب والے) پر۔

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ وَالنُّوْرِ الَّذِيْ اَنْزَلْنَا ط ......﴾ [التغابن ۸:٦٤]

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔

﴿ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴾[الفتح ۱۳:٤٨]

اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو بیشک ہم نے منکروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

محبت رسول ﷺ:

نبی ﷺ سے محبت کرنا ایمان وعبادت اور عمل کی جان ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾ [التوبہ ۹:۲۴]

(اے محبوب) آپ فرمائیں اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے (سگے) بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے مال جو تم نے کمائے اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور رہائشی مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو زیادہ محبوب ہوں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ...... ﴾ [الاحزاب ۳۳:۶]

یہ نبی ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

یعنی دین ودنیا کے ہر امر میں حضور ﷺ مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ پیارے ہیں

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.

البخاری ، کتاب الایمان ، باب حب الرسول ﷺ من الایمان ، حدیث ١٥

المسلم ، کتاب الایمان ، باب ١٦ وجوب محبة رسول اللّٰہ ح ٦٩

النسائی ، کتاب الایمان و شرائعه ، باب علامة الایمان ، حدیث ٥٠١٦

ابن ماجة ، المقدمة ، باب ٩۔حدیث ٦٧

مسند احمد ، ٢٥٤:٣ ، حدیث ١٣١٥٦

الدارمی ، ٢٤٤:٢ حدیث ٢٧٤١

المشکوة ، کتاب الایمان ، ٧

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا. جب تک میں اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں۔

اتباع واطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

رسول اللہ کی اتباع واطاعت ،ضروری اور فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج …… ﴾ [النساء ٤ :٨٠]

جس نے رسول کی فرمانبرداری کی بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

کیونکہ رسول اللہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

﴿ يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَاتُبْطِلُوْآ اَعْمَالَكُم ۞ ﴾

[محمد ٤٧ :٣٣]

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو رائیگاں نہ کرو۔

﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ [الحشر ۵۹:۷]

اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ۔

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ ﴾

[ال عمران ۳:۳۱]

(اے محبوب! اہل کتاب سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

﴿ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞ ﴾ [الاعراف ۷:۱۵۸]

اور ان کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی سے بچنا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۞ ﴾ [النور ۲۴:۶۳]

تو وہ لوگ ڈریں جو رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ انہیں کوئی آفت پہنچے یا دردناک عذاب انہیں پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۞ ﴾ [النساء ۴:۱۱۵]

اور جو مخالفت کرے رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہو گیا اس کے لئے سیدھا راستہ اور وہ چلے مسلمانوں کی راہ کے خلاف تو اسی طرف ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور

پہنچائیں گے اسے جہنم میں اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہ صفا ۔۔۔ تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ۞ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَ تُعَزِّرُوۡهُ ط وَ تُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّ اَصِیۡلًا ۞﴾ [الفتح ٤٨:٩-٨]

بیشک ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ تاکہ تم (لوگ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم بجا لاؤ اور ان کی توقیر کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح اور شام۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَ قُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَاسۡمَعُوۡا وَ لِلۡكٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۞﴾ [البقرہ ٢:١٠٤]

اے ایمان والو (اپنے رسول کو) رَاعِنَا نہ کہو اور اُنۡظُرۡنَا ہو اور خوب سن لو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿ لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ط......﴾ [النور ٢٤:٦٣]

نہ بنالو اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

یعنی نام لے کر نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! یا حبیب اللہ! کہہ کر عرض کرو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۞ ﴾

[الحجرات ۴۹:۲]

اے ایمان والو اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور ان کے سامنے زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو، ایک دوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آواز سے باتیں کرنے کی طرح۔(ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو۔

معلوم ہوا جس طرح کفر و شرک کے ارتکاب سے عمل ضائع ہوتے ہیں۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بے ادبی سے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔

خیر خواہی رسول ﷺ:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ط مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ ﴾ [التوبہ ۹: ۹۱]

کوئی حرج نہیں ضعیفوں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جو نہیں پاتے وہ چیز جسے وہ خرچ کریں جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے خلوص رکھنے والے ہوں۔نیکی کرنے والوں پر (طعنہ زنی کی) کوئی راہ نہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانیوالا ہے۔

اس آیت میں " نَصَحُوْا " سے مراد خیر خواہ اور مخلص ہونا ہے۔

عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ قَالُوْا: لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِكِتَابِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔

البخاری ، کتاب الایمان ، باب ٤٢ قول النبی ﷺ الدین النصیحة لله و رسوله

مسند احمد ، ٣٩٧:٢ حدیث ٧٩٧٣

الدارمی ، ٢٤٦:٢ حدیث ٢٧٥٤

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک دین خیر خواہی ہے۔لوگوں نے پوچھا کس کے لئے ؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی، اللہ کے رسول کی، اس کی کتاب کی، مسلمانوں کے اماموں کی اور عام مومنوں کی۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ يَنصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ط......﴾ [الحشر ٨:٥٩]

اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے آل و ازواج کی تعظیم و تکریم لازم ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝﴾

[الاحزاب ٣٣:٣٣]

اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے رسول کے گھر والو تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرما اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے۔

﴿......وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ط......﴾ [الاحزاب ٦:٣٣]

اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

﴿......قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط......﴾ [الشوری ٢٣:٤٢]

آپ فرما دیجئے اس (تبلیغ رسالت پر) میں تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا قرابت کی محبت کے سوا۔

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ ...... ﴾ [الاحزاب ۳۳:۳۲]

اے نبی کی (پاک) بیویو تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں اگر اللہ سے ڈرتی ہو۔

﴿ ...... وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ط ...... ﴾ [الاحزاب ۳۳:۵۳]

اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو (ابد تک)۔

قبر شریف اور مسجد کی زیارت:

حقوق مصطفی ﷺ میں سے ایک حق قبر شریف کی زیارت ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ...... وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝ ﴾ [النساء ٤:٦٤]

اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آجاتے آپ کے پاس پھر مغفرت طلب کرتے اللہ سے اور مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول تو ضرور پاتے اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا۔

حدیث شریف میں ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ. (سنن الدار قطنی، کتاب الحج، ۲٦٦٩)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

وَ اَخْرَجَ الْحَكِيْمُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَزَّارُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ عَدِيٍّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ زَارَ

قَبرِیْ وَجَبتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ. (الدر المنثور، سورة البقرة آیت ۲۰۳۔ج ۱:ص ۴۲۵)

اور حکیم ترمذی، بزار، ابن خزیمہ، ابن عدی، دارقطنی، اور بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

وَ اَخرَجَ الْبَیْھَقِیُّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ.

الدر المنثور، سورة البقرة آیت ۲۰۳۔ج ۱:ص ۴۲۶

ابو داؤد، کتاب المناسک، باب ۱۰۰ زیارة القبور، حدیث ۲۰۳۹

مسند احمد، ۲:۶۹۱ حدیث ۱۰۸۲۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر کوئی مسلمان سلام نہیں بھیجتا مگر مجھ پر میری روح (توجہ) کو اللہ لوٹاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے:

وَ اَخْرَجَ الطِّبْرَانِیُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا لَا تَنْزَعُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ. (الدر المنثور، سورة البقرة آیت ۲۰۳۔ج ۱:ص ۴۲۵)

(شفاء السقام: ۱۴، سبل الهدی والرشاد فی سیرت خیر العباد ۱۲: ۳۷۹)

جو میری زیارت کے لئے آئے اور اس کو اور کوئی حاجت نہ لائی تو مجھ پر فرض ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ هٰذَا.

البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم النحر، حدیث ١٩٩٥

المسلم، کتاب الحج، باب لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد، حدیث، ٥١١

ابو داؤد، کتاب المناسک، باب فی اتیان المدینة، ٢٠٣١

الترمذی، ابواب الصلاة، باب ما جاء فی ایّ المساجد افضل، ٣٢٥

النسائی، کتاب المساجد، باب ما تشد الرحال الیه من المساجد، ٧٠١

ابن ماجة، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی الصلاة فی مسجد، ١٤٠٩

الدارمی، کتاب الصلاة، باب لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد، ١:٢٤٦ حدیث، ١٤٢١

مسند احمد، ٢:٣١٣ حدیث ٧٢٠٩

کجاوے نہ کسے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کی طرف۔

یعنی حصول ثواب کی زیادتی کے لئے صرف ان تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا چاہیے کیونکہ ان میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اور باقی دنیا کی تمام مسجدیں برابر و یکساں ہیں۔ لہذا ان کی طرف بڑے اہتمام و مشقت کے ساتھ سفر نہ کیا جائے۔

اس حدیث میں عام دنیا کی مساجد کی طرف زیادتی ثواب کی خاطر سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ دوسرے مقاصد کے لئے سفروں سے روکا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ اِلَّا

الْمَسْجِدَ الْحَرَام.

المسلم ،كتاب الحج ،باب فضل الصلاة بمسجدی مكة و المدينة ، حديث ٥٠٥

ابن ماجة ، كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها، ما جاء فی فضل الصلاة فی المسجد ، ١٤٠٤

مسند احمد ، ٢: ٣٢٠ ، حديث ٧٢٧٢

مسجد حرام کے علاوہ میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا (دوسری) مسجدوں میں ہزار نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَابَیْنَ بَیْتِیُ وَمِنبَرِیُ رَوُضَةٌ مِنَ الرِّیَاضِ الُجَنَّةِ مِنبَرِیُ عَلٰی حَوُضِیُ.

(فتح المبدی ٢: ١٩)

میرے گھر اور میرے منبر کی درمیانی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم:

مکہ معظمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی جگہ ہے، نزول قرآن کا مقام ہے اور مدینہ منورہ نزول وحی اور آپ کی دائمی آرام گاہ ہے۔ دونوں شہر آپ کے ہیں۔

ہر دو جائے تست یا بدر الدجیٰ

کہ دونوں جگہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اے تاریک رات کے ماہتاب۔

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ساتھ آپ کا تعلق رہا ہے اس کی تعظیم کرے اور حرمین شریفین کے ہر ذرہ سے محبت کرے۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور اسے اپنا ٹھکانہ بنایا، جہاں سے نبوت کے چشمے پھوٹے، جہاں کثرت سے فیض جاری ہوا،

جن مکانات میں نبوت لپٹی گئی اور وہ پہلی زمین ہے جسے حضرت محمد ﷺ کے جسم اطہر نے م
کیا۔ یہ تو زمین ہی ایسی ہے کہ میدانوں کی تعظیم کی جائے، اس کی خوشبوؤں کو اپنی روح م
رچایا جائے اس کے مکانوں اور دیواروں کو بوسہ دیا جائے۔ (الشفاء)

صلوۃ وسلام پیش کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيمًا۞﴾ [الاحزاب ۳۳:۵۶]

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسلام دونوں کا بھیجنا ضروری ہے اور یہ حکم عام ہے صلوٰۃ وسلام کے کلمات منقولہ ہوں یا غیر منقولہ اور جس طریقہ کے ساتھ ہوں ہر طرح جائز ہے

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

الصحیح للمسلم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد، حدیث ۷۰

الادب المفرد، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ ص ۱۷۴۔حدیث ۵۰۰۔۴۹۹

مسند احمد، ۲:۴۹۴ حدیث ۸۸۷۶

الدارمی، ۲:۲۵۰ حدیث ۲۷۷۲

جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا

راقم الحروف نے حقوق مصطفیٰ ﷺ کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ زیادہ تفصیل الشفاء حقوق النبی، مدارج النبوت وغیرہ میں مذکور ہے۔

یَـارَبَّ الْعَـالَمِیْن اس ذکرِ رسول کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ یا اللہ یہ گلدستہ محبت اور نذرانہ عقیدت تیرے پیارے نبی رحمت کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں قبول فرما۔ اس ذکر مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے ہماری ہر پریشانی دور فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری دنیا اور آخرت بہتر فرما۔ یا اللہ ہمارے والدین کی بخشش فرما۔

ہمارے اہل وعیال میں خیر و برکت نازل فرما اور دنیا اور آخرت کی مشکلیں اور منزلیں آسان فرما۔ ہر قسم کی رسوائی اور شرمندگی سے محفوظ فرما۔ یا اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرما۔ ایمان، جان، مال اور اولاد کی سلامتی عطا فرما۔ یارب العالمین اس تحریر میں جو لغزشیں اور خطائیں واقع ہوئی ہیں انہیں معاف فرما۔

یا اللہ سب بیماروں کو شفا عطا فرما، سب چھوٹوں اور بڑوں کو صحت عنایت فرما۔ یا اللہ بالخصوص **محمد عبدالقاہر غلام مرتضی** کو ہر قسم کی جسمانی تکلیف اور بیماری سے شفا کلی عطا فرما۔ ہر قسم کی کمزوری اور معذوری سے محفوظ فرما۔ یا اللہ اپنی ذات و صفات اور اسماء حسنی کے وسیلہ سے ہر موذی مرض سے شفا دے۔ یا اللہ نبی کریم ﷺ کے ذکر خیر کی برکت سے اور آپ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے غیر کی محتاجی سے بچا۔ یا اللہ اس دینی کام میں میرے ساتھ تعاون کرنے والوں کی ہر مشکل آسان فرما اور ہر پریشانی دور فرما۔ یا اللہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اپنی رحمت سے ہر

پریشانی سے نجات عطا فرما۔ تمام حج وعمرہ کرنے والوں کی برکتوں سے حاج
پوری فرما، مشکلیں آسان فرما، حرمین شریفین کی حاضری بار بار نصیب فرما۔ آمین
اِلٰہُ الْعالَمِیْن.

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ. رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ
الْحِسَابِ. وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ
وَ ذُرِّیَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

آمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ!

بندہ مسکین غلام حسین عاصم

ماہ ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۱ء

ماخذ و مراجع

تبیان	علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی متوفی ۱۹۸۶ء
الجامع البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
فتح الباری	حافظ شہاب الدین احمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین محمود عینی متوفی ۸۵۵ھ
صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ
المنہاج شرح مسلم	امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
مشکوۃ المصابیح	امام ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
تیسیر القاری	شیخ نور الحق دہلوی
فیوض الباری	علامہ سید محمود احمد رضوی
تفہیم البخاری	علامہ غلام رسول رضوی
شرح صحیح مسلم	علامہ غلام رسول سعیدی
سیرت ابن ہشام	امام عبدالملک متوفی ۲۱۳ھ
طبقات ابن سعد	امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ
تاریخ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ
الشفاء بتعریف الحقوق المصطفیٰ	امام قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ
الروض الانف	امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن سہیلی متوفی ۵۸۱ھ
السیرۃ النبویہ	حافظ عبدالمومن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ

السیرۃ النبویہ	حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
الفصول فی سیرۃ الرسول	حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
عیون الاثر	ابو الفتح ابو عبد اللہ محمد بن عبد متوفی ۷۳۴ھ
خلاصۃ الوفا	علامہ نور الدین احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ
مختصر زاد المعاد	حافظ ابن قیم جوزی
المواہب اللدنیہ	حافظ احمد قسطلانی
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد	امام محمد بن یوسف شامی متوفی ۹۴۲ھ
حدائق الانوار ومطالع الاسرار	علامہ محمد بن عمر بحرق متوفی ۹۳۰ھ
شرح الشفاء	ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
مرقات شرح مشکوۃ	ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
السیرۃ الحلبیہ	علامہ نور الدین علی حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ
اشعۃ اللمعات	شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
مدارج النبوت	شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ اردو	علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی متوفی ۱۱۷۴ھ
شرح سفر السعادت	شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
نسیم الریاض شرح شفاء	علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۹۹ھ
الزرقانی شرح المواہب اللدنیہ	علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ
سرور المحزون	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ
السیرۃ النبویہ	علامہ سید احمد دحلان مکی متوفی ھ
الانوار المحمدیہ	علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
نبراس شرح شرح العقائد النسفی	علامہ عبد العزیز پرہاروی

ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ الازہری
سیرت رسول عربی	علامہ نور بخش توکلی
ذکر الحسین	مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی
مختصر سیرت الرسول	شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ
مختصر سیرت الرسول	شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب متوفی
جوامع السیرت	علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ
سیرت النبی	علامہ شبلی نعمانی
سیرت مصطفیٰ	مولانا محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ
نبی رحمت	مولانا ابوالحسن علی ندوی
رحمۃ للعلمین	قاضی سلیمان منصور پوری
سیرت سرور عالم	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
تحفۃ العرب اردو	مولانا محمد حنیف گنگوہی
رحمت عالم	سید سلیمان ندوی
النبی الاطہر اردو	علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی
ہذا الحبیب	شیخ عبدالرحمٰن جزائری
تجلیات نبوت	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
تاریخ مدینہ منورہ	عبدالمعبود
نور الیقین	شیخ محمد خضری مصری
قصص السیرۃ النبویہ	شیخ موفق سلیمہ
تاریخ الاحکام	

مؤلف کی دیگر تالیفات

(1) الفتح القدسی فی تفسیر آیۃ الکرسی
(2) شرح اسماء الحسنیٰ
(3) شرح اسماء المصطفیٰ ﷺ
(4) شرح حدیث جبریل علیہ السلام
(5) مصباح الفرائد فی ترجمۃ العقائد
(6) شرح عقائد نسفی
(7) شرح العقیدۃ الطحاویہ
(8) شرح عمدۃ العقائد
(9) شرف المصطفیٰ فی تفسیر سورۃ الضحیٰ
(10) فضائل صحابہ کرام
(11) فضائل رمضان المبارک
(12) ذکر النبی ﷺ
(13) ذکر خلیل علیہ السلام
(14) ذکر اجداد النبی ﷺ
(15) فضائل مکہ
(16) فضائل مدینہ
(17) فضائل درود وسلام
(18) مشعلِ راہ
(19) حیات امام ابو منصور محمد ماتریدی
(20) فضائل اولیاء اللہ
(21) کتاب الاحسان
(22) شرح دعاء قنوت
(23) مقالات امام ماتریدی
(24) شرح فقہ اکبر
(25) فضائل مصطفیٰ ﷺ
(26) محبوب کائنات ﷺ
(27) عظمت قرآن مجید
(28) سیرت خاتم النبیین ﷺ
(29) معراج مصطفیٰ ﷺ
(30) ذکر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
(31) کتاب الحج
(32) طریقہ حج وعمرہ اور دعائیں
(33) سبیل الرشاد فی حقوق العباد
(34) خلاصۃ الصرف
(35) حلیۃ النبی ﷺ

فہرست مضامین

(باب سوم) مکی زندگی کا دور اوّل (ولادت تا بعثت)

(باب چہارم) مکی زندگی کا دوسرا دور

اعلان نبوت سے ہجرت تک

(باب پنجم) ہجرت

(باب ششم) مدنی دس سالہ دور

(باب ہفتم) وصال شریف

(باب نہم) خصائص الرسول ﷺ

(باب دھم) معجزات محمدی ﷺ

(باب یازدھم) حقوق مصطفی ﷺ

تعارف جامعہ قادریہ رضویہ (ٹرسٹ)

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعا ربِ زِدنی عِلماً "اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما" انسانیت کی علم کے میدان میں ترقی کیلئے مشعل راہ ہے اور خصوصاً یہ دور جب ہر طرف مادہ پرستی، خود غرضی، لہو ولعب اور نفسا نفسی کا راج ہے ایسے میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے فروغ اور انفرادی واجتماعی سطح پر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے دینی مدارس وجامعات کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں ہے یہ ادارے موجودہ دور میں روشنی کا ایک مینار ہیں پاکستان بننے کے ضرورت اس امر کی تھی کہ پاکستان کے تمام تعلیمی اداروں میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کو فروغ دیا جاتا تا کہ آج ہمارے ملک کی خدمت کرنے والے تمام اداروں کے ملازمین اور آفیسر متقی اور پرہیزگار ہوتے افسوس کہ معاشی، سیاسی معاشرتی اور سائنسی تعلیم کو تو عام کیا گیا جس کی اہمیت کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا مگر دینی تعلیم کو فروغ نہ دیا گیا اور نہ ہی دینی اداروں کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہوئی اگر دینی ادارے اب بھی کسی رہنما کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے تو شائد کبھی اپنے فرائض کی تکمیل نہ کر پائیں گے درس نظامی کی تعلیم کو جدید تقاضوں کے مطابق ہم آہنگ کرنے کیلئے جامعہ قادریہ رضویہ (ٹرسٹ) نے طلباء کے مدرسہ کے بعد مدرستہ للبنات، مصطفائی کالج برائے خواتین مصطفائی ماڈل سکولز اور AIMS Cambrige System جیسے عظیم پروجیکٹس کا آغاز کیا ہے۔

بنیاد: جامعہ کی بنیاد 1963 میں حضرت شہید اہلسنت نائب محدث اعظم پاکستان مولانا علامہ الحاج ابوالشاہ محمد عبدالقادر قادری رضوی اور حضرت معین الملت رفیق شہید اہلسنت مولانا ابوالمعالی علامہ محمد معین الدین قادری رضوی نوری نے رکھی۔

کیمپس: جامعہ کا پرسکون اور خوبصورت کیمپس فیصل آباد کے شہر کے تقریباً مرکزی علاقہ میں پنجاب میڈیکل کالج، الائیڈ ہسپتال اور زرعی یونیورسٹی کے قریب لاہور، اسلام آباد اور سرگودھا کو جانے والی شاہراہ کے سنگم پر بارونق میں مصروف ترین علاقہ میں واقع ہے یہ کیمپس تقریباً 9 کنال اراضی پر محیط ہے اس میں (انتظامی بلاک/Administrative Block) آکیڈمک بلاک برائے طلباء (شعبہ تدریس) مصطفائی کالج برائے خواتین اور AMIS کیمبرج سسٹم کی خوبصورت اور جدید عمارت تیار کی گئی ہے ہوسٹل، میس، خوبصورت جدید مسجد، وسیع لان، لائبریری، کمپیوٹر سنٹر اور طالبات کے تدریسی بلاک پر مشتمل ہے۔ حضرت شہید اہلسنت علامہ عبدالقادر اور حضرت علامہ معین الدین قادری کے مزارات بھی مسجد سے متصل ہیں۔

شعبہ علوم اسلامیہ: اس شعبہ میں دین حق کی تعلیم کے فروغ کیلئے اعلیٰ تعلیم یافتہ' تدریسی تجربہ کے حامل اور جید علماء کرام کا بطور اساتذہ انتخاب کیا گیا ہے۔اس جامعہ میں اچھے استاد کی تلاش سب سے مقدم فریضہ سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اساتذہ اپنے فن اور تدریسی تجربہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔شعبہ علوم اسلامیہ میں طلباء کو مکمل آٹھ سالہ درس نظامی کا کورس کروایا جاتا ہے۔ دوران تعلیم تنظیم المدارس کے تحت، عامہ، خاصہ، عالیہ اور عالمیہ کے امتحانات دلوائے جاتے ہیں۔ جبکہ فائنل ڈگری بھی تنظیم المدارس کا امتحان پاس کرنے کے بعد جاری ہوتی ہے۔اس کے علاوہ ہائر ایجوکیشن کمیشن ایم۔اے اسلامیات/عربی کا Equalence Letter جاری کرتا ہے۔جس کی بنیاد پر کسی بھی کالج یا یونیورسٹی میں بطور لیکچرر Apply کیا جا سکتا ہے۔

شعبہ تحفیظ القرآن: اس شعبہ میں تجربہ کار اور محنتی اساتذہ تعلیمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جنکی شب و روز محنت سے ہر سال متعدد حفاظ کرام فارغ التحصیل ہو کر خدمت دین میں سرگرم عمل ہیں اس شعبہ میں پرائمری پاس طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ اور 2 سے 3 سال کی قلیل مدت میں قرآن پاک حفظ کروایا جاتا ہے۔

مصطفائی ماڈل سکول: وہ طلباء طالبات جو قرآن پاک حفظ کر کے علوم اسلامیہ (درس نظامی) میں داخلے کے متمنی ہوں تو ان کو ایک سال فاؤنڈیشن کلاس میں املاء (اردو اور انگلش) ریاضی اور عربی گرائمر سکھائی جاتی ہے اس کے بعد آٹھویں، نویں اور دسویں فیصل آباد بورڈ کے تحت کروائی جاتی ہے دسویں کے ایک سال بعد ثانویہ عامہ کا امتحان تنظیم المدارس کے تحت دلوایا جاتا ہے پھر اسی طرح مسلسل دو دو سال کے وقفے سے ہائر ایجوکیشن کمیشن کے نوٹیفکیشن کے مطابق ثانویہ خاصہ، شہادۃ العالیہ اور شہادۃ العالمیہ کروایا جاتا ہے اور پھر نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کو جامعہ قادریہ رضویہ مختلف یونیورسٹیز کی طرف سے ایم فل اور Ph.D کے داخلے کیلئے وظائف کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

انٹرمیڈیٹ/ گریجوایشن/ پوسٹ گریجوایٹ کلاسز: علوم اسلامیہ کے پہلے دو سال میں طلباء میٹرک کا امتحان دیتے ہیں علوم اسلامیہ کے اگلے دو سال کے دوران پرائیویٹ ایف۔اے اور پھر بی۔اے کے امتحانات کی تیاری کروائی جاتی ہے آخری دو سال (دورۂ حدیث شریف) کے دوران پنجاب یونیورسٹی کے تحت ایم۔اے کی تیاری کی خدمات بھی ادارہ انجام دے رہا ہے تاکہ طلباء دین اسلام کے ساتھ ساتھ دنیا کے علوم و فنون سے بھی آگاہ رہیں۔

کنز الخطیب، کنز الصلوۃ، کنز الصلوات، کنز العرفان فی شرح مفردات القرآن

اور دیگر مایہ ناز کتب کی تصنیف و تالیف کے بعد علامہ مفتی محمد دلپذیر چشتی گولڑوی کا مسائل شرعیہ پر عظیم الشان سلسلہ

کنز الشریعت

جس میں فقہ حنفی کے ضروری شرعی احکام کو قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

کتاب العقائد
(حصہ اول)

اس حصہ میں عقیدہ توحید و رسالت، فرشتوں، جنت و دوزخ پر ایمان اور دیگر عقائد کو مستند تفصیلات کے ساتھ سوالاً جواباً بیان کیا گیا ہے

کتاب الصلوٰۃ
(حصہ دوم)

وضو، غسل، اذان اور نماز کے ضروری مسائل کو قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ فقہ حنفی کے مطابق بیان کیا گیا ہے

کتاب الزکوٰۃ
(حصہ سوم)

زکوٰۃ و عشر کی فرضیت، فضائل و مسائل اور مصارف زکوٰۃ وغیرہ مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہ حنفی کے مطابق بیان کیا گیا ہے

کتاب الصیام
(حصہ چہارم)

اس حصہ میں روزے کے فضائل، فرضیت، مکروہات، قضا و کفارہ وغیرہ مسائل کو فقہ حنفی کے مطابق قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے

کتاب الحج
(حصہ پنجم)

اس حصہ میں حج و عمرہ اور زیارات مدینہ منورہ کے فضائل و مسائل کو فقہ حنفی کے مطابق قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے

نوٹ

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد
041-2626046